

www.KitaboSunnat.com

توحید سے جاہل

شخص کے بارے میں شرعی حکم

تالیف

للشیخ ابو عبد اللہ عبدالرحمن بن عبدالحمید المصری

مقدمہ

شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ

ترجم

خلیق الرحمن قدر

استاذ جامعہ دار الحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی

نظر ثانی

محمود الحسن الجمیری

استاذ جامعہ الدراسات الاسلامیہ کراچی

WWW.IRCPK.COM

مقدمة الشيخ عبدالعزيز بن باز

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين . أما بعد ؛ فقد تقدم الي الأخ في الله فضيلة الشيخ / عبدالله بن سعدي الغامدي ، وهو معروف بصدقه وأمانته ، وغيرته الدينية ووقوفه ضد الخرافات ، والأعمال الشركية ، والبدع ونحوها ، وذبه عن العقيدة الاسلامية ، والدعوة اليها ، ومكافحة ما يخالفها ، وذكر لي أنه قد عزم على جمع بعض الرسائل النافعة من مؤلفات أئمة الدعوة وبعض علماء نجد وطبعتها ، في حكم تكفير المعين وعدم العذر بالجهل في مسائل التوحيد والشرك وطلب مني أن أضع لها مقدمة لها . وقد فضلاء قضوا حياتهم في تدريس العلم النافع من كتاب الله تعالى وسنة رسوله عليه الصلاة والسلام ، والعمل بهما ، والدعوة الى الله ، وصانوا العقيدة ودافعوا عنها ، وبينوا زيف الزائعين ، وضلال الضالين ، مع اشتغال هذه الرسائل على بيان التوحيد وما جاءت به الرسل ، ونزلت به الكتب ، وبيان ما يحب الله تعالى على عباده من العبودية لله وحده ، وإخلاص العبادة له بجميع أنواعها قولاً وعملاً اعتقاداً ، فلا يُدعى الا هو وحده ، ولا يرجى الا هو وحده ، ولا يستغاث ولا يستعان الا به وحده .

كما أن هذه الرسائل أيضاً قد اشتملت على محاربة الوثنية بجميع صورها وأشكالها وألوانها ، وحذرت عن كثير من انواع الشرقيات الواقعة عند كثير من المسلمين وخاصة في هذه الأزمنة وفي كثير من البلاد كدعاء الأنبياء والصالحين وغيرهم ، ودعوة الغائبين من الملائكة والجن وغيرهم سؤالهم قضاء الحاجات ، وتفريج الكربات ، وإغاثة اللهفات ، والتقريب اليهم بالذبيح والنذر وسائر أنواع العبادات التي لا تصلح الا الله تعالى ، كما اشتملت على تكفير من دلت الأدلة على كفره ، وكشف الشبهات ، وثلاثة الأصول ، وتطهير الاعتقاد عن أدان الشرك والالحاد ، وحكم تكفير المعين ، والمورد العذب الزلال ، وشرح أصل دين الاسلام وقاعدته ، والرد على الجهمي ، الكلمات النافعة في المكفرات الواقعة ، والعقيدة الواسطية ، والعقيدة الطحاوية ، درجات الصاعدين الى مقامات الموحدين ، والجواب المفيد في حكم تارك التوحيد تفسير قوله تعالى : ﴿وَإِذَا أَخَذَ رِبْكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ الآية من تفسير محمد رشيد رضا ، وأدلة معتقد أبي حنيفة الامام في أبوي الرسول عليه السلام ، فتوى لسماحة الشيخ محمد بن ابراهيم في الزكاة ، فتاوي للشيخ سليمان بن سمحان والشيخين عبدالله والشيخ ابراهيم ابني الشيخ عبد اللطيف في تكفير الجهمية ، أربع فتاوى من مجلة البحوث الاسلامية وغيرها في حكم دعاء الجن وتكفير من يدعوه وعدم العذر بالجهل وفي كفر من رضي بما هو عليه من الشرك وأعرض عن تعلم التوحيد ، نواقض الاسلام .

جزى الله مؤلفيها أعظم الجزاء وضاعف مثوبتهم ، ورفع درجاتهم في المهديين ، ونفع بعلمهم المسلمين في كل وقت حين ، وجزى الله فضيلة الشيخ عبد الله خيراً ، وأثابة لقاء حرصه على نشر الكتب الداعية الى التوحيد الله وتعظيم كتابه ، وسنة نبيه ﷺ والرد على من خالف ذلك ، ووقفه وأعانه على كل خير انه جواد كريم ، وصلى الله وسلم على نبينا مهمد وآله وصحبه .

الرئيس العام

لادارات البحوث العلمية والفتاء والدعوة والارشاد

عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿پیش لفظ﴾

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، أما بعد:

بے شک دنیا میں ایسے بے شمار قوانین ہیں جن سے جہالت برتنے والے کو یہ سمجھ کر معاف نہیں کیا جاتا ہے کہ یہ شخص اس قانون سے لاعلم یا جاہل تھا اس لئے اس کو درگزر کر دیا جائے بلکہ اس خلاف ورزی کی وجہ سے اس کو سزا کا مکمل مستحق سمجھا جاتا ہے جبکہ یہ دنیاوی قوانین مسئلہ توحید کے مقابلے میں بہت زیادہ پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہیں۔ اور توحید ہر انسان مسلمان ہو یا کافر اس کی فطرت میں روز روشن کی طرح چمک رہی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ (سورۃ الذریت آیت ۲۱)

میں نے تو اپنی پہچان الوہیت اور ربوبیت کے دلائل تمہاری جانوں میں رکھے ہیں کیا پھر بھی تمہیں نظر نہیں آتی۔ اسکے باوجود بھی اگر کوئی شخص کفر و شرک میں مبتلا رہتا ہے تو مولوی صاحب پھر بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ شخص اس قانون فطرت سے جاہل ہے لہذا اس کو کافر یا مشرک نہیں کہا جائے جیسے بعض صوفیوں نے کہا ہے کہ چوری کرنے والے کو چور نہ کہا جائے شراب پینے والے کو شرابی نہ کہا جائے زنا کرنے والے کو زانی نہ کہا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اندر سے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو ذرا غور کیجیے اگر مسئلہ اس طرح ہے پھر تو اللہ ہی جانے کون کافر ہے کون مؤمن، کون مشرک، کون موحد، کون ولی، کون زانی، پھر تو اللہ ہی جانے ﴿جاء الحق و زهق الباطل﴾ سے کیا مراد ہے حالانکہ قرآن کریم کے نزول کا مقصد ہی یہ تھا کہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دے ناپاک کو پاک سے الگ کر دے ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذِرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾

”جس حال میں تم ہوا یہی حالت پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نہ چھوڑیگا جب تک وہ ناپاک اور پاک کو الگ الگ نہ کر دے۔“ (سورۃ آل عمران آیت: ۱۷۹)

کیا دنیا کا کوئی قانون اس شخص کو معاف کرنے کے لئے تیار ہے جو جہالت اور لاعلمی کی بنا پر (Traffic Signal) ٹریفک سگنل توڑ دیتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ شخص اس قانون سے جاہل تھا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ جہالت اسکی اپنے اور دوسروں کی لیے جان لیوا ہے بالکل اسی طرح شرک و کفر بھی ایک ایسا زہر قاتل ہے جو اسکے کرنے والے کو ہر صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم میں لے ڈوبے گا۔ چاہے وہ اسے دانستہ طور پر کرے یا نادانستہ پر کیونکہ مشرک کل قیامت کے دن یہی جہالت کا عذر پیش کرے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غٰفِلِينَ ۖ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ﴾

”کہ تم کل قیامت کے دن یہ کہنے لگو کہ اے اللہ ہم تو اس توحید سے بے خبر تھے یا یہ کہو شرک تو ہمارے باپ دادوں نے کیا ہے ہم تو ان کی اولاد تھے (لہذا ہم نے بھی وہی کام کیا ہے جو انہوں نے کیا) کیا تو ان خطا کا روں کی وجہ سے ہمیں ہلاکت میں ڈالے گا۔“ (سورۃ الاعراف ۱۷۲، ۱۷۳)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا﴾ (سورۃ الاحزاب ۶۷)

”مشرک کہیں گے یا اللہ ہم نے اپنے لیڈروں اور بزرگوں کی پیروی کی ہے مگر اہ تو ہمیں انہوں نے کیا۔“

تو معلوم ہوا کہ شرک چاہے جہالت کی وجہ سے کرے یا تقلید کی وجہ سے کرنے والا ہر صورت میں مشرک ہی ہوتا ہے۔ اگر مؤمن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسکے عذر کو قبول کر لیتا۔ (اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے رسالہ ”الجواب المفید فی حکم جاہل التوحید“ جو عربی کتاب عقیدہ الموحدين سے لیا گیا ہے اس کتاب کا مقدمہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے تحریر کیا جو اس کتاب کے شروع میں موجود ہے۔ اس عربی کتاب کا ترجمہ انتہائی احسن انداز میں منتقل کرنے کا سہرا جناب خلیق الرحمن قدس صاحب کے سر ہے جنہوں نے اس اہم مسئلہ پر مشتمل عربی کتاب کو خوش اسلوبی سے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے کفر و شرک سے محفوظ رکھے اور تمام طاغوتی قوتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمود الحسن الجبیری

استاذ جامعہ الدراسات الاسلامیہ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

(الف) اس بات کا ہر مسلمان کو علم ہونا ضروری ہے کہ روز قیامت نجات کا دار و مدار دنیا میں رہتے ہوئے صرف اور صرف اسلام کو دل و جان سے قبول کرنے اور اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِينَ﴾

(سورۃ عمران آیت: ۸۵)

”جو شخص دین اسلام کے بجائے کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو اُسے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا“ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔

((لا يدخل الجنة الانفس مسلمة))

”جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا“

(صحیح بخاری ۴: ۸۸، صحیح مسلم کتاب الایمان ب ۷ رقم ۱۷۸)

اس طرح اسلام کے احکامات کی صرف ظاہری عمل داری سے ہی اپنی جان اور مال کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے کیونکہ دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

فرمان رسول ﷺ ہے ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے خلاف جہاد کرتا رہوں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، جب لوگ یہ اعمال بجالائیں گے تو مجھ سے اپنی جان و مال کو محفوظ پائیں گے۔ مگر اسلام کے حق کے ساتھ (یعنی اگر اسلام کا کوئی حق پامال ہوگا تو جان و مال محفوظ نہ ہوگا) اور لوگوں کا حساب و کتاب، اللہ پر ہوگا۔“

دوسری روایت میں یہ فرمان ہے کہ:

((انما امرت بالظواهر والله يتولى السرائر))

”ہم لوگوں کے ظاہری اعمال کو دیکھ کر حکم لگاتے ہیں دلوں کے پوشیدہ راز کو اللہ ہی جانتا ہے۔“

لہذا جو شخص دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرنے کا ارادہ کرے تو وہ اللہ کے یہاں قابل قبول نہ ہوگا۔

(ب) یاد رکھو! دین میں ایک اصل (بنیاد) ہوتی ہے اور ایک فرع (مختلف اقسام) ہوتی ہے ہم دونوں کو بالتفصیل ذکر کرتے ہیں۔

اصل: دین کی اصل یعنی بنیاد توحید باری تعالیٰ ہے اس توحید کی نشر و اشاعت کے لئے انبیاء و رسل علیہم السلام تشریف لائے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصد ایک ہی تھا یعنی توحید باری تعالیٰ کی بالادستی اور اس کا نفاذ۔ اس کو ایمان مجمل لکھ یا اسلام کی اصل مقصدان تمام چیزوں کا توحید ہے۔

فرع: ہر رسول کی الگ الگ شریعت تھی جس میں مختلف احکام و مسائل تھے یہ احکام ان کے اپنے زمانے کے تقاضوں اور قوم کی برائیوں کے مطابق مختلف اور جدا گانہ تھے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہوتی تھی۔ اُس طرح اللہ تعالیٰ احکام و مسائل نازل فرماتا تھا۔ دین کی اصل وہ محدود دائرہ ہے جس کے ذریعے کوئی بھی شخص اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس طرح کہ اُس کا دین اللہ کے نزدیک قابل قبول ہو۔ (ج) بعض اوقات انسان کو ایسے عوارض (یعنی مسائل) لاحق ہوتے ہیں جسکی وجہ سے احکامات شرعیہ (مکمل یا جزوی طور پر) اس پر لاگو نہیں ہوتے یہ احکام اسلام کی اصل (توحید) سے تعلق رکھتے ہوں یا فروعات (یعنی احکام وغیرہ) سے اس شخص سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور اس مجبوری کے پیش نظر وہ انسان سزا کا مستحق بھی نہیں ہوتا۔ یہ عوارض دو اقسام پر مشتمل ہوتے ہیں۔

[1] پہلی قسم میں ایسے عوارض شامل ہیں جو بے اختیار ہوتے ہیں۔ مثلاً

- (1) پاگل پن
- (2) کم عقلی
- (3) مدھوش یا سکتہ طاری ہونا
- (4) نسیان یعنی بھولنے کی بیماری
- (5) نیند کی حالت میں ہونا

[2] دوسری قسم میں ایسے عوارض شامل ہیں جو اختیار ہوتے ہیں یعنی جو بندے کے ایسے فعل کی بنا پر پیش آتے ہیں مثلاً

- (1) بے وقوفی
- (2) جہالت
- (3) نشے میں مست ہونا
- (4) غلطی کرنا

(5) بطور اکراہ و نا پسندیدگی کے کوئی عمل کرنا یعنی مجبوراً۔

یہ تمام عوارض دواحق ایک مکمل باب کی حیثیت رکھتے ہیں ہر ایک کے لئے مختلف تفصیلی مباحث ہیں جس میں ہر قسم کے معانی اقسام و کیفیات اور اس کے اثر انداز پر گفتگو کی جاسکتی ہے ان تمام جو بات کی بناء پر کلی یا جزوی طور پر ہرزہ کا عمل ساقط ہو جاتا ہے لیکن ہمارے پیش نظر (کتاب ہذا میں) جہالت کا احکام شرعی توحید یا دیگر فروعی احکام پر اثر انداز ہونے پر بحث کرنا ہے) اور ہمارے سامنے جو مختلف علماء کے آراء افکار ہیں ان کو بیان کرنا شامل ہے۔

یہ بحث چند اہم ترین امور پر مشتمل ہے۔ مثلاً

(1) جہالت کے معانی پر بحث کرنا۔

☆ توحید یا دین کی اصل سے جہالت برتنے والے اور اس سے غافل رہنے والے سے متعلق بحث کرنا۔

☆ شرعی اصول و قوانین، متواتر احادیث، صفات باری تعالیٰ اور مسائل اجماع امت اور دین کی بنیادی ضروریات سے لاعلم رہنے پر بحث کرنا۔

☆ عقیدے کے متعلق وارد شدہ خبر واحد سے لاعلم رہنا۔ باوجود اس کے کہ اہل سنت والجماعت خبر واحد کو معتبر جانتے ہیں۔ (بلکہ خبر واحد حنفیہ کے نزدیک عقیدے میں معتبر نہیں ہے۔)

(دیکھئے شرح العقائد کی شرح فقہ ”الاکبر“ ملا علی قاری کی۔)

(2) مکلف کی جہالت کو ایک عذر اعتبار کرنا اسکے اقامت گاہ کی لحاظ سے یعنی دارالاسلام (جہاں پر اسلام کے بارے میں معلومات یا آسانی حاصل ہو سکتی ہوں) یا دارالحرب (جہاں پر علم دین کے حصول کا

غالب امکان نہ ہو) میں رہتا ہے؟۔

(3) اسلام کی صحت اور اس کے اثر انداز ہونے سے جہالت کا اعتبار کرنا۔ یعنی حقیقتہً اس پر اسلام کا حکم یا آخرت میں جزا و سزا کا حقدار ہوگا یا نہیں اسی طرح ظاہراً اس پر اسلام کا حکم یا احکامات جاری ہو گئے یا

نہیں۔

(ج) مذکورہ بالا تمام مسائل پر سیر حاصل بحث سے قبل یہ ضروری ہے کہ ہم جہل کے اس معانی کی وضاحت کرتے چلیں جو اس ساری بحث میں ہمارے مد نظر ہے۔

در اصل جہالت کے شرعی اعتبار سے دو بنیادی معانی ہیں جن کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے۔

(اول) فقدان علم۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ (سورة البقرة آیت: ۲۷۳)

”جاہل ان (غریبوں) کو ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے مالدار سمجھتا ہے یعنی لاعلم شخص انکی حقیقت حال سے واقف نہیں۔“

(دوم) دوسرا معنی ہے کم عقلی، گھٹیا پن اور غلط اندازہ لگانا۔

جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (سورة الاعراف آیت: ۱۳۸)

”(بنی اسرائیل) کہنے لگے اے موسیٰ ﷺ ہمارے لیے بھی ایسا معبود بنادے جس طرح کا ان (بت پرستوں کا) معبود ہے۔ تو موسیٰ نے فرمایا ”تم تو بہت جاہل قوم ہو۔“ انہی معنوں میں اکثر طور پر قرآن کریم میں

جہالت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور کبھی کبھی لفظ جہالت کا اطلاق کم علمی و بے شعوری کی وجہ سے سمجھ بچے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورة یوسف کی ایک آیت ہے

﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَافَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ﴾ (سورة یوسف آیت: ۸۹)

”کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ جب تم جاہل تھے۔“

مفسر قرطبی اس آیت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں ”یعنی جب تم نے یہ فعل کیا اس وقت تم بچپن کی نادانی میں مبتلا تھے“، لیکن ہمارے پیش نظر جو جہالت کا مفہوم ہے وہ پہلی قسم کی جہالت ہے یعنی علم کا فقدان اور لاعلمی۔

اگر جہالت بوجہ عقل و نفس کی بے وقوفی کے ہے اور اسی وجہ سے کفر لاحق ہو رہا ہے تب بھی اس کفر میں پہلی قسم کی جہالت ضرور شامل ہوگی۔ واضح رہے کہ کفر کے اسباب میں لاعلمی کے ساتھ ساتھ دیگر اسباب بھی ہو سکتے

ہیں مثلاً دین سے منہ پھیرنا یا تکبر کرنا۔ (غفلت و بے پرواہی میں ہی پوری زندگی گزار دینا)

للسیخ ابو عبد الله عبد الرحمن بن عبد الحميد المصري



جہالت کا توحید پر دائرہ اثر

دین صرف اللہ کی معرفت اور عبادت کا نام ہے اور اللہ وحدہ لا شریک کی معرفت و بندگی سے جاہل رہنے کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جاسکتا۔ توحید و عبادت سے لاعلم اور جاہل رہنے والے کو (ظاہری اعتبار سے) کافر ہی سمجھا جائے گا اگرچہ وہ دارالاسلام میں رہنے والا ہو یا دارالحرب میں اسی طرح اس پر جنت قائم کی جائے یا نہ کی جائے وہ اپنے ظاہر کے لحاظ سے کافر ہی ہے اور اس حقیقت پر تمام ائمہ امت کا اتفاق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنَّا نَقُولُ أَوَإِذَا قِيلَ لَنَا هَذَا غَضِبْنَا ۖ أَوْ نَقُولُ لَا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِمَّنْ بَعْدَهُمْ فَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (سورة اعراف آیت: ۱۷۳، ۱۷۴)

”اور جب آپ کے رب نے آدم کی اولاد کو اُن کی پیٹھوں سے نکالا اور انہی کو اُن کی جانوں پر گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا ہاں! ہم اسکی گواہی دیتے ہیں یہ اس لئے کیا گیا کہ کہیں تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو ان باتوں کی قطعی خبر ہی نہیں تھی یا یہ کہنے لگو کہ ہمارے باپ داداؤں نے اس سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد انکی اولاد ہی تو تھے (یعنی ہم نے وہی کرنا تھا جو ہمارے اباؤ اجداد کرتے تھے) تو کیا تو ہمیں ان باطل پرستوں کے اعمال کی وجہ سے ہلاک کر دے گا؟ اور ہم اپنی آیتوں کو اسی طرح کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں“ اس سلسلے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”روز قیامت ایک جہنمی شخص سے سوال کیا جائے گا اگر تمہارے پاس ساری زمین کی دولت ہو تو کیا تم اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لئے بطور فدیہ دے سکتے ہو؟ جہنمی جواب دے گا۔ ہاں ضرور تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے میں نے تجھ سے اس سے بھی کہیں آسان کام کا تقاضا کیا تھا جب تو ابھی آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، مگر تو نے اسکا انکار کیا اور میرے ساتھ شرک ٹھہرانے لگا۔ (اور اس طرح اُسے جہنم میں ڈال دیا جائیگا)

(مسند احمد جلد ۳: ۱۲۷ مکتبہ المیمنیہ، کنز العمال للتمتقی الہندی مکتبہ التراث الاسلامی حدیث نمبر ۲۸۶، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۶۰، جلد ۳ ص ۵۰۱ مکتبہ

الشعب، البداية والنهاية لابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۰ مکتبہ دارالفکر)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کی صلب (پیٹھ) پر ہاتھ پھیرا اور قیامت تک آنے والی تمام روحوں کو نکالا اور ان تمام ارواح عالم سے وعدہ لیا کہ تم میرے ساتھ شرک نہ ٹھہرانا اور خالص میری عبادت کرنا۔

(مسند احمد ج ۱: ۲۷۲، حدیث: ۲۴۵۵، سنن النسائی فی الكبرى ج ۶: ۳۴۷ حدیث: ۱۱۱۹۱)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

ہر نومولود بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اسکے ماں باپ اسکو یہودی، عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔

(جامع ترمذی حدیث: ۲۱۳۸۔ مکتبہ مصطفیٰ الحلبي، السنن الكبرى للبيهقي ج ۶: ۲۰۳ مکتبہ بیروت، ارواء الغلیل للعلامہ البانی جلد ۵: ص ۴۹۔ المکتب الاسلامی، الکامل

فی الضعفاء لابن عدی جلد ۱: حدیث: ۳۳۰، جلد ۵: ۱۷۴ مکتبہ دارالفکر بیروت، اسی معنی میں مختلف الفاظ کے ساتھ دیکھیے: صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۲۵ مکتبہ دارالفکر، تفسیر ابن

کثیر ج ۲ ص ۳۶۸)

بنی کریم ﷺ فرماتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف (اسلام) پر پیدا کیا ہے پھر شیطان نے ان کو انکے حقیقی دین سے گمراہ کر دیا تو میں نے بھی ان پر حلال کردہ چیزوں کو حرام کر دیا۔

(زاد المسیر لابن الجوزی ج ۹ ص ۳۹۔ مکتبہ دارالفکر بیروت)

سیدنا ابی بن کعب ؓ حدیث قدسی کو روایت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر ساتوں آسمان وزمین اور تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں کہ تم کل یہ نہ کہنا کہ ہم کو تو خبر ہی نہ تھی اچھی طرح جان لو کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میرے علاوہ کوئی پروردگار نہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔

(مسند احمد ج: ۱۳۵، ح: ۲۱۵۵۲۔ اسی طرح فریابی نے کتاب القدر میں اس روایت کی۔ أضواء المصالح تحقیق و تخریج مشکوٰۃ المصابیح حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ، حدیث: (۱۲۲)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”سلف اور خلف کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ارواح کی گواہی سے مراد انکا فطرت توحید پر پیدا ہونا ہے۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گواہی کو مشرکوں کے خلاف بطور دلیل پیش کریں گے۔ اور فطرت جس پر تمام لوگ پیدا ہوئے توحید باری تعالیٰ پر مستقل دلیل ہے۔“

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں ”اللہ تعالیٰ نے ہم سے میثاق تو حید اس لئے لیا کہ کہیں اے مشرک! تم یہ نہ کہنے لگ جاؤ کہ ہمارے آبا و اجداد نے شرک کیا اور وعدہ خلافی کی، ہم تو انکی اولاد تھے انکے تابع دار تھے، ہم نے تو ان کی اقتداء کی اور تمہارا یہ عذر کبھی بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ہم آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ بوجھ حاصل کریں وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ اور کفر سے توحید کی طرف لوٹ آئیں۔

ابن کثیرؒ مزید رقم طراز ہیں ”یہ مشرک روز قیامت یہ نہ کہیں کہ ہم تو جاہل تھے بے خبر تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ نے بنی آدم کو آدم کی صلب سے نکال کر ان سے گواہی لی کہ اللہ ہی ان کا رب ہے مالک ہے اور معبود برحق ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو فطرت پر پیدا فرمایا اور تو حید کے سبب پیدا فرمایا اما قرطبیؒ تفسیر فرماتے ہیں کہ (ہم گواہی دیتے ہیں) یقول اولاد آدم کا ہے۔ مطلب اس قول کا یہ ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ! تو ہمارا رب اور معبود ہے انکا یہ کہنا کہ (تو کیا ہم کو بلا کر دے گا؟) کا مطلب ہے کہ اے اللہ تو اس طرح نہیں فرمایا اور تو حید کے متعلق (مقلد) کوئی عذر نہیں پیش کر سکتا۔“

امام طبریؒ بھی تقریباً یہی تفسیر کرتے ہیں کہ ”اے توحید کا اقرار کرنے والو! ہم نے تم سے عالم ارواح میں گواہی اس لئے لی ہے کہ اللہ ہی تمہارا رب ہے تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ”ہم اس توحید سے غافل تھے“، یعنی ہم لاعلم تھے اور غفلت میں مبتلا تھے تم یہ نہ کہو کہ ہم تو اپنے مشرک آباؤ اجداد کے منج اور طریقے کی پیروی کرنے والے تھے اور یہ نہ کہو کہ اے اللہ کیا تو ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے شرک اور ہماری جہالت کی بناء پر انکی پیروی کی وجہ سے ہمیں ہلاک کر دے گا؟

(تم بھی نہیں کہہ سکتے) کیونکہ دلیل کے قیام اور علم کی موجودگی کے باوجود تقلید کرنا درست نہیں اور نہ اس تقلید کو بطور عذر پیش کرنا درست ہوگا۔“

تفسیر المنار کے مصنف (علامہ سید رضا مصریؒ) تم طراز میں ”اے رسول ﷺ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے میثاق فطرت و عقل لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے انکی اولاد کو یکے بعد دیگرے نکالا اور انکو فطرت اسلام پر پیدا فرمایا۔ اور انکی طبیعتوں کو ایمان سے آشنا کیا اور انکی عقل و فہم میں اس بات کو ڈالا کہ ہر کام کا کوئی نیکوئی فاعل (کام کرنے والا) ہوتا ہے اور ہر ایجاد کا ضرور کوئی موجد ہوتا ہے یہ کائنات اسباب پر چل رہی ہے تو لازم ہے کہ کوئی مسبب (اسباب بنانے والا) بھی ہوگا جو تمام کائنات کا حکمران اعلیٰ ہے وہی اول اور آخر ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور جب اللہ نے ان لوگوں سے گواہی لی تو انہوں نے کہا کہ ﴿شَهِدْنَا﴾ یعنی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور بندگی کے لائق ہے۔“

مفسر المنار مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس گواہی اور اسکے سبب و علت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آج تم سے گواہی اس وجہ سے لی ہے کہ ”کل تم یہ نہ کہو کہ ہم تو غافل تھے“، یعنی یہ گواہی تمہارے عذر کی روک تھام کے لئے تھی کہ تم شرک کے کرنے کے باوجود بھی یہی کہو کہ ہم تو حیدر و بیت اور ساتھ ساتھ توحید الوہیت سے غافل و نا آشنا تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عذر کو قبول نہیں فرمائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ﴾

یعنی ہم تو اپنے آبا و جداد کے شرک و کفر سے غافل اور لاعلم تھے اسکو غلط ثابت نہ کر سکتے تھے لہذا ہم نے انکی اقتدار شروع کر دی۔ ﴿اَتَهْتَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُظْلِمُونَ﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ۱۴۳)

یعنی اے اللہ انہوں نے تو شرک ایجاد کیا تو کیا ہمارا عذاب اور انکا عذاب یکساں ہوگا؟ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جہالت کا عذر قبول نہیں فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے آباء و اجداد کی تقلید کے کسی عذر کو قبول نہیں فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فطرت اسلام اور عقل پر پیدا کرنے کی حجت قائم فرمادی ہے اسی آیت کا دوسرا حصہ یہ ہے۔

﴿وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (سورة الاعراف آیت: ۱۷۴)

”یعنی ہم نے اسی لئے اپنی آیات کو کھول کر بیان کیا ہے“ اور نبی آدم پر آیات و دلائل پیش کیے ہیں وہ اپنی عقل و فہم کو استعمال کریں اور اپنی جہالت اور تقلید کو چھوڑ کر توحید کی طرف لوٹ آئیں اور یہ آیات اس امر کی وضاحت بھی کرتی ہیں کہ اگر کسی تک رسالت نہ بھی پہنچے وہ پھر بھی اپنے شرک پر کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا اور نہ وہ فحاشی و برائی کا ارتکاب کر سکتا ہے کیونکہ ہر فطرت سلیم انسان برائیوں سے متغیر ہے اور جانتی ہے کہ ان سے عقل و خرد میں بگاڑ اور نقصان پیدا ہوتا ہے لیکن اگر کسی تک رسالت نہ بھی پہنچے تو وہ صرف اس رسول کے طریقے کی مخالفت کا عذر پیش کر سکتا ہے کیونکہ یہ منہج صرف رسول کے ذریعے ہی مل سکتا ہے اور ہر خاص راستہ یا منہج عام عبادات کے متعلق ہے۔ (توحید سے متعلق نہیں ہے)

نے ان کو جو عقل و فہم کی قوت دی ہے کل اسکو گواہ بنائے گا۔ ہر ذی فہم باشعور شخص اپنی عقل کے ذریعے جزا اور سزا کو پہچان سکتا ہے ہر وہ شخص جو دنیا میں آیا بلوغت کی عمر تک پہنچا اسکو اچھے اور برے کی پہچان ہوگی برائی

کے برے انجام اور اچھائی کے فوائد اور جزا و سزا کو سمجھتا ہوگا (یعنی اللہ رب العالمین نے ہر پیدا ہونے والے کو فطرت اسلام پر پیدا کیا اور پھر اُسے اتنی عقل اور صلاحیت دی کہ وہ اسے استعمال کر کے کم از کم اپنے خالق و مالک اور معبود برحق کو پہچان سکتا ہے۔ اب اگر وہ دین سے لاپرواہی اور عقیدہ توحید سے غفلت کی بنا پر اپنے معبود برحق سے جاہل رہا یا اپنے آبا و اجداد کی اچھی بری تقلید میں مست رہا تو اس میں قصور اسی کا ہے۔ کل اللہ جل و علی کے سامنے وہ یہ عذر نہیں پیش کر سکتا۔) تو وہ گویا ایسے ہی ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یثاق توحید لے لیا ہو کیونکہ عقل دینے اور نشانیاں بنانے والا اللہ ہی تو ہے اور اسی سورۃ الاعراف (آیت: ۱۷۳) میں ذکر کیا گیا ہے جس میں تمام مکلفین (یعنی کل سب جن و انس نے اللہ کے سامنے جواب دینا ہے) کا اقرار اور وعدہ کرنا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے اللہ کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار اور شرک کے باطل ہونے کے متعلق کیا تھا یہ گواہی ان پر ایک حجت اور دلیل کی طرح ہے جس سے تمام تر عذر منقطع ہو جاتے ہیں اور اس گواہی کی مخالفت سے انسان سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔

امام ابن قیم ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ:

﴿وَتَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ﴾ (سورۃ الاعراف آیت: ۱۷۳)

کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس گواہی اور معرفت میں دو حکمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(1) پہلی حکمت یہ ہے کہ لوگ غفلت اور جہالت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

(2) دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ مشرک کسی کی تقلید کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ غافل تو بے شعور ہوتا ہے اور مقلد اپنے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرنے والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اسکا اپنے نفس پر گواہ بنایا کہ اللہ ہی اس کا رب اور خالق ہے اور اس گواہی کو ایک دوسرے مقام پر بھی بطور دلیل بیان فرمایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ (سورۃ زخرف آیت: ۸۷)

اے نبی اگر ان (مشرکوں) سے آپ سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے تو یہ لوگ کہاں بھٹک رہے ہیں یعنی یہ لوگ باجوہ اس اقرار کے کہ اللہ ہمارا رب و خالق ہے پھر بھی کیسے اس توحید سے بھٹک جاتے ہیں (بقیہ تفسیر گذشتہ صفحات پر بھی موجود ہے)

توحید سے جہالت احادیث کی روشنی میں؟

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ:

اے اللہ کے رسول ﷺ ابن جدعان جہالت کے ایام میں صلہ رحمی کرتا اور مساکین کو کھانا کھلاتا تھا یہ نیکیاں اسکو فائدہ دیں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے یہ کبھی نہ کہا کہ اے میرے رب مجھے قیامت کے دن معاف کر دینا (یعنی وہ توحید ربوبیت والوہیت کا قائل نہ تھا)۔

(صحیح مسلم کتاب الإیمان ب ۹۲ حدیث حدیث رقم ۳۶۵ مکتبہ عیسیٰ الحلبی، کنز العمال

للمتقی الہندی: ۱۶۴۸۸، ۱۶۴۹۲، مکتبہ التراث اسلامی)

(2) امام احمد نے اپنی مسند میں ایک طویل حدیث کو ذکر کیا اسکا ایک حصہ درج ذیل ہے ”بنی منافق کا ایک وفد تشریف لایا تو ایک شخص نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا دین اور جاہلیت میں فوت ہونے والوں کے کام انکی نیکیاں آئیں گی؟ ایک قریشی شخص کہنے لگا۔ واللہ تمہارا باپ منافق جہنمی ہے مجھے تو انکی بات سن کر گویا آگ لگ گئی کیونکہ اس نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کے بارے میں بات ہی ایسی کہی تھی میں نے ارادہ کیا کہ میں پوچھوں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے والد کا کیا ہے گا پھر میں نے ذرا بہتر طریقے سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے گھر والے؟ تو فرمایا ہاں! میرے گھر والے بھی (یعنی نبوت سے قبل فوت شدہ مشرک اور نبوت کے بعد آپ کو رسول ﷺ نہ ماننے والے رشتہ دار والدین بھی جہنمی ہیں۔) پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ کی قسم“ تم کسی بھی قریشی دوسری یا عامری (عرب قبائل کے نام ہیں) قبر والے کے پاس جاؤ تو کہنا مجھے رسول اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تمہیں برے انجام کی خوشخبری دینے کے لئے تم اپنے منہ اور پیٹ کے بلجھنم کا ایندھن ہو گئے میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ انکا کیا قصور؟ وہ تو اپنے خیالات کے مطابق اچھے کام ہی کرتے تھے فرمایا (انکو عذاب) اسوجہ ہوگا کہ اللہ نے ہر سات قوموں پر ایک نبی کو بھیجا ہے جو اپنے نبی کی نافرمانی کرے گا وہ گمراہ اور جو اطاعت کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۴: ۱۴، الدر المنثور ر لسیوطی ج ۶: ۲۹۴)

(3) صحیح مسلم میں اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا اے رسول اللہ میرا باپ کہاں جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا جہنم میں ہیں۔

انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ شخص لوٹا تو رسول ﷺ نے بلا کر فرمایا میرا اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الإیمان ۳۴۷، مسند احمد ج ۳: ۱۱۹-۱۲۸) ان تمام مذکورہ بالا احادیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ رسول ﷺ کی بعثت سے قبل تو حید سے غافل اور جاہل رہنے والے شخص کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ ان کے لئے دنیا کے ظاہری معاملات میں یہی حکم ہے اور آخرت میں بھی اللہ کے ہاں کوئی عذر قبول نہ ہوگا کیونکہ مذکورہ بالا احادیث رسول ﷺ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

(4) امام احمدؒ اپنی مسند میں عمران بن حصینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا کڑا دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ کمزوری کی وجہ سے پہنا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسکو تار دو! یہ تو کمزوری کو بڑھاتا ہے اور اگر تم اسی حالت میں مر گئے تو کامیاب نہ ہو گے۔ (الترغیب والترہیب للمندریؒ ج ۴: ۳۰۷، مکتبہ مصطفیٰ الحلبی)

امام محمد بن عبد الوہابؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کے کلام سے اس قسم کی شہادتیں ملتی ہیں کہ شرک اصغر کبیرہ گناہوں میں سب سے بہت بڑا گناہ ہے۔ شرک اصغر کے بارے میں جہالت کا عذر پیش نہیں کیا جاسکتا! (ذرا سوچئے! جب شرک اصغر کے مرتکب پر کوئی عذر قابل قبول نہیں تو شرک اکبر کے مرتکب کا حال کیا ہوگا؟۔

(5) مسند احمدؒ میں طارق بن شہابؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

صرف ایک مکھی کی وجہ سے ایک شخص جنت اور دوسرا جہنم میں داخل ہوا دریافت کیا گیا کہ یہ کیسے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا وہ شخص ایک بت پرست قوم کے پاس سے گذرے۔ قوم والوں نے کہا آگے جانے سے قبل ہمارے بت پرستی کی چیز کی قربانی دو۔ ایک شخص نے کہا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے لوگوں نے کہا۔ چاہے مکھی کی قربانی دو اس شخص نے مکھی کی قربانی دی تو قوم والوں نے اسکا راستہ چھوڑ دیا وہ شخص تو اس وجہ سے جہنم میں داخل ہوا دوسرے نے کہا کہ میں اللہ کے علاوہ کسی کے لئے کوئی چیز قربان نہیں کر سکتا بت پرست نے اسکو قتل کر دیا وہ شخص اس شہادت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا۔ (یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں بلکہ سلمان پر موقوف ہے۔ دیکھئے: فتح المجید بتحقیق عبدالقادر الأرناؤوت)

(الزہد للإمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ص: ۳۲، حلیۃ الأولیاء لأبی نعیمؒ ج ۱: ۲۰۳)

صاحب فتح المجیدؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اس حدیث میں شرک سے احتراز و اجتناب کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ انسان بعض اوقات شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا آپ مزید لکھتے ہیں جہنم میں جانے والا شخص اس فعل سے پہلے مسلمان تھا کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ وہ صرف مکھی کی قربانی کی وجہ سے جہنم میں گیا۔ یعنی اس نے یہ عمل کر کے کفر کا ارتکاب کیا اور جہنم میں داخل ہوا۔

توحید کے بارے میں جہالت سے متعلق علماء کے اقوال

[1] امام ترمذی مالکیؒ نے ”الشرح“ میں جہالت کے متعلق اہم کلام کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اصول دین (توحید وغیرہ) میں جہالت کو قبول نہیں فرمائے گا مزید لکھتے ہیں ”جہالت کی دو اقسام ہیں:

(1) پہلی قسم کی جہالت وہ ہے جو قابل معافی ہے اس کے مرتکب سے درگزر کیا جاسکتا ہے اسکا قانون یہ ہے کہ ”ہر وہ جہالت جس سے بچنا مشکل ترین ہو جائے قابل معافی ہے اس جہالت کی کئی صورتیں ہیں مثال کے طور پر کوئی شخص رات کے اندھیرے کسی اجنبی عورت کو اپنی بیویا لونڈی سمجھتے ہوئے جماع کر بیٹھتا تو اس سے درگزر کیا جائے گا اس بارے میں تفتیش لوگوں کے لئے مزید تکلیف کا باعث ہوگی۔

(2) دوسری قسم کی جہالت وہ ہے جو کسی بھی صورت میں قابل معافی نہیں ہے اس کے مرتکب سے صاحب شریعت (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے درگزر نہیں فرمایا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ جہالت جس سے اجتناب کرنا مشکل اور تکلیف دہ نہ ہو تو وہ قابل معافی نہیں ہے اصول دین اصول فقہ اور بعض فروعی مسائل اسی قسم میں شامل ہیں۔ جہاں تک اصول دین کی بات ہے تو واضح رہے کہ اعتقادات میں صاحب شریعت نے بہت سختی کی ہے تمام اعتقادات (توحید و عبادات) سے جہالت برتنے والا شخص کافر ہوگا اگرچہ اپنی جہالت کو ختم کرنے کے لیے اپنی انتہائی کوشش و کاوش اور سخت صرف کردے اور اس کے باوجود بھی وہ عقیدہ توحید سے جاہل ہی رہے۔ علماء کی مشہور رائے کے مطابق ایسا شخص گناہ کار کافر ہوگا اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

(2) امام وصیہ الزبیلی حفظہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں: دوسری قسم کی جہالت ایسی ہے جسکے بارے میں شریعت میں کسی قسم کی نرمی نہیں کی گئی اور اسی جہالت کے مرتکب کو معاف نہیں کیا جائے گا اس قسم میں اصول دین اصول فقہ اور بعض احکام شرعی شامل ہیں اصول دین میں جہالت معتبر نہیں ہے ہر ایک پر سوال اور علم کے ذریعے صحیح عقیدہ کو حاصل کرنا فرض ہے اور جو شخص جاہلیت کے نظریات پر ہمارا ہواہ سخت گنہگار ہوگا کیونکہ صاحب شریعت نے دین کے بنیادی اصول و قوانین کے متعلق بہت سختی کی ہے حتیٰ کہ کوئی شخص اگر اپنی کوشش و کاوش سے صحیح عقیدہ کی معرفت و علم کے لئے اجتہاد کرتے رہے اور عقیدہ حق کے بجائے کوئی غلط گمراہ عقیدہ اختیار کرتا ہے تو وہ مشہور مذاہب کے مطابق کافر ہوگا۔ اصول دین میں کوئی اجتہادی غلطی قبول نہ ہوگی شیخ محمد ابوزہرہؒ لکھتے ہیں۔

پہلی قسم کی جہالت میں بھی کوئی عذر قبول نہ ہوگا اور اس رائے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ علماء اصول نے غیر مسلم کی توحید سے جہالت کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔

معارج القبول کے مصنف فرماتے ہیں ”کفر درج ذیل چار اقسام کا ہوتا ہے۔“

- (1) کفر کرنا جہالت و تکذیب کی بنا پر۔
- (2) انکار اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کفر کرنا۔
- (3) سرکشی اور بغض و عناد کی وجہ سے کفر کرنا۔
- (4) کفر کرنا نفاق کی بنا پر۔

مذکورہ بالا کوئی بھی قسم کا کفر ملت اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اگر دل سے اللہ کی تصدیق نہ ہو اور توحید سے لاعلمی بھی ہو تو اس قسم کے کفر کو کفر جہالت و تکذیب کہتے ہیں۔

اس سلسلے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ (سورۃ یونس: ۳۹)

بلکہ وہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علم میں نہیں لائے۔

اور ابھی تک کوئی نتیجہ نہ ملا اور دوسری آیت ہے۔

﴿اَكْذَبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا مَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ النمل: ۸۴)

(اللہ تعالیٰ فرمائے گا) تم نے میری آیتوں کو باوجود یہ کہ تمہیں ان کا پورا علم نہ تھا کیوں جھٹلایا اور یہ بتاؤ تم کیا کرتے رہے اس سلسلے کے بارے میں شیخ محمد بن عبد الوہاب علیہ الرحمۃ توحید اور شرک کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں تمہیں اللہ سے خوف و تقویٰ کی ہدایت کرتا ہوں تم جان لو گے کہ انسان لاعلمی جہالت میں اپنی زبان سے کلمہ کفر کہہ دیتا ہے لیکن اسکی جہالت اور لاعلمی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام ابن القیم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں اسلام اللہ کی توحید، عبادت، ایمان باللہ، ایمان بالرسول، اور اتباع قرآن و حدیث کا نام ہے جو ان تمام عقائد کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں اگر وہ سرکش کافر نہیں تو کم از کم جاہل کافر ضرور ہے ایسے طبقہ کے لوگ اسلام دشمن نہیں ہوتے لیکن وہ کافر جاہل ضرور ہوتے ہیں انکا غیر معاندانہ رویہ ان کو کفر سے محفوظ نہیں رکھتا کیونکہ کفر تو توحید و رسالت کے انکار کا نام ہے اب یہ انکار جہالت کی وجہ ہو یا بغض و عناد، یا تقلید یا اوجاد کی وجہ سے ہو سب کا نتیجہ یکساں اور برابر نکلتا ہے امام صنعانی علیہ الرحمۃ اس دور کے مزاروں اور اولیاء کی پوجا کرنے والے مشرکوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”اگر تم سوال کرو کہ کیا یہ قبروں و مزاروں اور اولیاء فاسق و فاجر بے راہ و دشمنین کے معتقد حضرات اور بت پرست ایک جیسے ہیں تو میں جواباً کہوں گا ہاں! یہ آپس میں ایک جیسے ہی ہیں انکے نظریات یکساں ہیں بلکہ کبھی کبھی یہ قبر پرست لوگ اپنے عقیدے اطاعت اور بندگی کے لحاظ سے بت پرستوں سے دو ہاتھ آگے نظر آتے ہیں۔

اگر تم دوبارہ سوال کرو کہ ان قبر پرست حضرات کا تو یہ کہنا ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھراتے، کسی کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور اولیاء اللہ کے حضور التجاء و عاجزی کرنا انکا معتقد رہنا شرک نہیں تو میں جواب میں یہ آیت پڑھوں گا۔

﴿يَقُولُونَ بِأَفْوَهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾ (سورۃ ال عمران: ۱۶۷)

”یہ منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے“

ان کی یہ جہالت شرک ہی تو ہے اولیاء کی تعظیم میں حد سے آگے بڑھنا۔ انکی قبروں پر جانوروں کو قربان کرنا شرک نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا تو فرمان ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (سورۃ العصر: ۲)

نماز پڑھنا اپنے رب کے لئے اور قربانی کر، یعنی عبادت اور قربانی صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے غیر اللہ کے لئے نہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے۔

﴿وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (سورۃ الحج: ۱۸)

”یقیناً یہ مسجد اللہ کے لئے ہیں سو تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو“

اور رسول ﷺ نے تو ریاکاری کو بھی شرک قرار دیا ہے تو کیا غیر اللہ کے لئے قربانی اور نذرانہ یا شرک نہیں ہے؟ اور یہ تمام اعمال جو اولیاء کے حضور کئے جاتے ہیں وہی اعمال مشرکین اپنے بتوں کے لئے کرتے ہیں وہ بت پرست مشرک ٹھہرے تو کیا یہ قبر پرست مشرک نہیں؟ ان کا یہ کہنا کہ ہم شرک باللہ نہیں کرتے انکو کچھ فائدہ نہ دیگا کیونکہ انکا عمل خود انکی تکذیب کر رہا ہے۔

اور اگر تم اعتراض کرو کہ وہ تو جاہل ہیں انہیں خبری نہیں کہ وہ شرک کر رہے ہیں تو میں جواب دوں گا کہ فقہاء کرامؒ نے کتب فقہ (مردتہ کے حکم) میں یہ صراحت فرمادی ہے کہ ”جو شخص کفر یہ کلمہ نکالتا ہے تو وہ کافر ہے اگر چہ اسکا ارادہ کفر کا نہ ہو یہ صراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قبر پرست نہ تو اسلام کی حقیقت سے واقف ہیں اور نہ ہی توحید کو جانتے ہیں لہذا یہ سچے کافر ہیں۔ اور اگر تم یہ سوال کرو کہ جب یہ شرک ٹھہرے تو ان کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ وہی سلوک رکھنا چاہیے تو رسول ﷺ نے مشرکین مکہ سے رکھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ائمہ علم نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ علماء فرماتے ہیں پہلے پہل ان کو توحید کی

دعوت دی جائے (کیونکہ دیگر کفار کی بہ نسبت یہ جاہل قبر پرست دعوت توحید کے زیادہ مستحق اور ضرورت مند ہیں ہے کوئی انکو توحید سے آشنا کرنے والا؟۔؟ از مترجم)

جہالت کا اسلام کی حقیقت پر دائرہ اثر

جہالت کا حقیقی توحید میں کس حد تک اعتبار کیا جاتا ہے؟ اور یہ جہالت توحید پر کس قدر اثر انداز ہوتی ہے اور جن احکام کا تعلق اخروی جزا و سزا سے ہے ان پر جہالت کا دائرہ اثر ہے یا نہیں ان تمام مباحث میں علماء نے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے جو درج ذیل ہے علماء کا اختلاف دو نکات پر ہے۔

(1) احکام اسلام کی بنیاد (یعنی وہ احکام جو آخرت کے جزا و سزا کے متعلق ہیں)

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد صرف عقل پر ہے اور انسان کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ توحید کا ادراک کرے لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ غور و فکر کے ذریعے حق کو تلاش کرے آخرت میں۔ حساب و کتاب انسانی عقل و شعور کی بنیاد پر لیا جائے گا حتیٰ کہ جس تک کسی رسول کی دعوت توحید بھی نہ پہنچی ہو (پھر بھی اس سے حساب آخرت ہوگا کیونکہ اللہ نے اسکو عقل تو دی تھی۔

مغز لہ اور جمہور احناف کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں ”مخلوق میں سے کسی کا اپنے خالق کے بارے میں جہالت کا عذر قبول نہیں کیا جاسکتا تمام مخلوقات پر لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار اور اسکی وحدانیت کی معرفت حاصل کرے اور یہ معرفت و علم حاصل کرنے کا ذریعہ آسمان و زمین کی تخلیق، تمام مخلوقات اور بذات خود اپنی پیدائش پر غور و فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اور توحید کی معرفت کے بعد باقی مسئلہ احکام اسلام کا ہے تو جس شخص کے پاس صحیح علم نہ پہنچ پایا اور اسکو معلوم نہ ہو سکے تو اسکے خلاف حجت یا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ علامہ شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ کافر جہنم میں جائے گا۔ اگرچہ اسکی موت زمانہ فترۃ (”فتوۃ“ اس دور کو کہتے ہیں جب روئے زمین پر کوئی نبی نہ تھا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل کا درمیانی عرصہ۔ جن لوگوں تک توحید و اسلام کی دعوت نہ پہنچ پائی ہو۔ ہم اسے آگے صرف زمانہ فترۃ لکھیں گے۔ از مترجم) میں ہوتی ہو۔ امام نووی شارح صحیح مسلم نے اسی رائے کو مضبوط قرار دیا ہے۔“

امام قرانی علیہ الرحمۃ نے ”شرح التنقیح“ میں دور جاہلیت (یعنی زمانہ فترۃ) کے فوت شدگان کے جہنمی ہونے پر اجماع امت کا دعویٰ نقل فرمایا ہے (جیسا کہ ”نشر البیود“ کے مصنف نے ان سے بیان فرمایا ہے۔)

(اضواء البیان، ج ۲: ص ۲۵۱)

بعض لوگوں نے اس نظریہ پر اعتراض کیا ہے کہ جن لوگوں تک پیغام رسالت نہ پہنچا ہوا ان کو عذاب کیونکر دیا جائے گا حالانکہ فرمان الہی ہے۔

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱۵)

”ہم نہیں عذاب دینے والے جب تک کسی رسول کو مبعوث نہ کریں۔“

علماء نے اس اعتراض کے متعدد جواب دیئے ہیں جو ہم زیر نظر سطور میں ذکر کیئے دیتے ہیں۔

(1) اس آیت میں جس عذاب کی نفی کی جارہی ہے اس سے مراد دنیا کا عذاب ہے۔

جس طرح نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب اور موسیٰ علیہم السلام کی قوموں کو دنیاوی عذاب سے دوچار کیا گیا یہ آیت عذاب آخرت کے منافی نہیں ہے۔ یہ قول مفسرین قرآن امام قرطبی، ابو حیان، امام شوکانی اور دیگر مفسرین کا ہے۔ (اضواء البیان للعلامہ شافعی ج ۲: ص ۲۵۱)

(2) زمانہ فترۃ کو اس آیت سے ثابت کرنا صحیح نہیں ہے یہ آیت مکمل وضاحت نہیں کرتی۔ ہر صاحب عقل ذی شعور شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ بتوں کے پجاری زمانہ فترۃ کو بطور عذر پیش نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ان کا رب، خالق اور رازق ہے وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ بت کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن یہ مشرکین اپنے آپ کو دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہم کو اللہ کے قریب کر دیں گے اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی بن کر ہماری بگڑی بنا دیں گے۔ عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان سے عذاب الہی کا انکار نہ کیا جائے۔

(3) ہر قوم کا کوئی نہ کوئی ڈرانے والا ہوتا ہے اگر زمانہ فترۃ میں کوئی نبی نہیں تو سابقہ دور میں ضرور کوئی نبی گذرا ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ سے قبل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے اگر کسی نبی کے ذریعے کوئی حجت قائم کرنی ہے تو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے ہی حجت قائم ہوگی امام نووی نے شرح مسلم میں اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور ابن قاسم العبادی ”الایات البینات“ میں بھی اسی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

(4) صحیح مسلم کی بعض احادیث (جو کتاب ہذا کے ابتدائی صفحات پر موجود ہیں) اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے بعض فوت شدگان جہنمی ہیں۔

اس کے برعکس بعض جمہور اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ”رسالت کی حجت کو قائم کئے بغیر نہ تو دنیا میں کسی کو عذاب دیگا اور نہ ہی آخرت میں امام ابن قیم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ”اللہ تعالیٰ بغیر کسی دلیل کے کسی کو عذاب نہ دے گا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱۵)

ہم نہیں عذاب دینے والے جب تک کسی رسول کو مبعوث نہ کریں ”اس بات کا ذکر قرآن میں اکثر مقامات پر موجود ہے کہ عذاب الہی صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جن تک رسالت کی دعوت پہنچ جائے اور حجت قائم

ہو جائے۔

مفسر قرآن شیخ امین شمشقٹی رقم طراز ہیں۔

یقیناً اللہ رب العزت کسی کو عذاب نہ تو دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں دیگا جب تک کوئی رسول نہ آجائے۔ جو لوگوں کو عذاب آخرت سے ڈرائے۔ لوگ اس کی نافرمانی کریں۔ باوجود ڈرانے اور خوف دلانے کے اپنے کفر و معصیت پر ڈٹے رہیں پھر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل فرماتا ہے۔

(تفسیر اضواء البیان للعلامہ شمشقٹی ج ۲: ص ۲۹۹ تحت هذه الآية المذكورة "طبعة دار احیاء التراث العربی)

آپ مزید لکھتے ہیں قرآنی آیات اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ رسول کی بعثت اور تبلیغ اور دلائل کی موجودگی کے بغیر کوئی عذاب نہ آئے گا انکی فطرت میں عقل ہے یا نہیں اس پر انحصار نہیں کیا جائے گا بلکہ جب تک

رسولوں کی تبلیغ کے ساتھ کوئی حجت قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہ دیگا۔ اس لئے تو فرمایا کہ ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱۵)

یعنی جب تک ہم رسول نہ بھیجیں یہ نہیں فرمایا کہ ”جب تک ہم عقل پیدا نہ کریں اور عقل و شعور کو انکی فطرت میں واضح نہ کریں اُس وقت تک عذاب نہ آئے گا“

مفسر قرآن شیخ امین شمشقٹی مزید رقم کرتے ہیں ”یہ مذکورہ بالا قرآنی آیات اور اسی مفہوم کی دیگر آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ زمانہ انقطاع وحی میں رہنے والے لوگ معزور ہیں کیونکہ ان تک کوئی ڈرانے والا نہ

آیا تھا۔ اگرچہ انکی موت حالت کفر پر ہوئی۔ اہل علم کی ایک جماعت نے یہی رائے اختیار کی ہے۔“

شیخ امین شمشقٹی آگے فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے دوسرے رائے کو ترجیح دی ہے کہ جو بھی شخص حالت کفر میں مراوہ جہنمی ہے۔ اگرچہ اس تک کوئی ڈرانے والا آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ (اضواء البیان ج ۲: ص ۲۵۰)

جن تک دعوت تو حید نہ پہنچ پائی ہو ان کا وجود ممکن؟

کیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا وجود بھی ممکن ہے جن تک دعوت تو حید کسی بھی صورت میں نہ پہنچ پائی ہو؟

زیر نظر طور پر اس سوال کے مختلف جوابات ذکر کیے گئے ہیں۔

[1] ایک جماعت علماء کی رائے یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے ایسے لوگوں کا وجود ممکن نہیں ہے اگرچہ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ہے۔

ان کے دلائل مندرجہ ذیل آیتیں ہیں:

(1) ﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (سورۃ فاطر آیت ۲۴)

”کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو“

(2) ﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (سورۃ رعد آیت: ۷)

”(اے نبی ﷺ) آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے کوئی نہ کوئی رہنما ہے“

(3) ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

(سورۃ نحل آیت: ۳۶)

”درحقیقت ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے (اس لئے کہ) تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو“

(4) ﴿كُلَّمَا أَلْقَىٰ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۚ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ﴾ (سورۃ ملک آیت: ۸)

جب بھی جہنم میں لوگوں کو ڈالا جائے گا تو (جہنم کا) داروعدان سے سوال کرے گا کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا؟ تو وہ کہیں گے ہاں! واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔

(5) ﴿يَمْعَشِرُ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رَسُولٌ مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُنذِرُكُمْ لِقَاءِ يَوْمِكُمْ هَذَا﴾ (سورۃ الانعام آیت: ۱۳۰)

”اے جنات اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے۔ جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو آج کے دن کی خبر کرتے تھے“

اور رسول اللہ ﷺ ”بنی المشرق“ کے وفد والی حدیث میں بیان فرماتے ہیں انکو عذاب اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر سات قوموں میں کوئی نہ کوئی نبی بھیجا ہے لہذا جو اپنے نبی کی نافرمانی کرے وہ گمراہ اور جواطاعت

و فرمانبرداری کا مظاہرہ کرے وہ ہدایت یافتہ ہے۔

(مسند احمد ج ۴: ۱۴، الدر المنثور رلسیوطی ج ۶: ۲۹۴)

(معنی یہ ہے کہ کوئی ایسی قوم نہیں کہ جس میں رسول نہ آیا ہو۔ اور جہاں تک اہل فترۃ کا تعلق ہے تو وہ بھی آزاد نہیں تھے بلکہ سب سے آخر میں آنے والے نبی کے تابع تھے اور وہ احکام میں تو معذور ہو سکتے تھے کیونکہ عرصہ

دراگزر جانے کے باعث احکام و مسائل مسخ کیے جا چکے تھے لیکن عقیدہ تو حید کے اختیار کرنے میں کسی قسم کی کوئی مجبوری بھی قبول نہ ہوگی۔ حدیث مذکور پر غور کیا جائے تو معنی آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ نبی کی

اطاعت و نافرمانی سے مراد سابقہ آخری نبی ہے۔)

مذکورہ بالا دلائل سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے ایسے لوگوں کے وجود سے انکار کیا ہے جن کو اہل فترہ کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایسے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں جب کوئی نبی موجود نہ تھا یعنی اس وقت وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا دونوں میں طویل عرصے تک انقطاع رہنے کی وجہ سے تمام شریعتیں مٹ چکی تھیں۔ اور انبیاء کی دعوت و رسالت کے نفوش مانند پڑ چکے تھے بعض علماء نے مسند احمد کی ”چار افراد والی حدیث“ سے زمانہ فترہ کے وجود پر استدلال کیا ہے لیکن علماء حدیث نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا ہے۔

حدیث درج ذیل ہے۔

سیدنا اسود بن سریع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ”روز قیامت چار قسم کے لوگ آئیں گے ایک بہرا، دوسرا پاگل، تیسرا بڑھاپے کی وجہ سے حواس باختہ سٹھیا ہوا اور چوتھا وہ شخص جو زمانہ فترہ میں فوت ہوا یہ سب اللہ کے حضور دلیل بیان کریں گے“ بہرا کہہ گا اے اللہ اسلام دنیا میں آیا لیکن میں کچھ سن نہ سکتا تھا۔ پاگل کہہ گا اے میرے رب! جب اسلام آیا تو اس وقت مجھے بچے پھر مارا کرتے تھے۔ (یعنی مجھے دیوانہ مجنوں سمجھتے تھے۔) حواس باختہ شخص کہے گا جب اسلام آیا تو مجھے کچھ عقل نہ تھی میں اسلام کو سمجھ نہ پایا۔ زمانہ انقطاع وحی میں فوت شدہ کہے گا میرے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا اللہ تعالیٰ ان سے اطاعت کے وعدے لگا اور بطور آزمائش ان کے پاس اپنا پیغمبر بھیجے گا۔ اور وہ پیغمبر انہیں حکم فرمائے گا کہ آگ میں کود جاؤ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں مجھ محمد ﷺ کی جان ہے شخص بھی آگ میں کود جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر۔ مسند احمد)

امام قرطبی علیہ الرحمۃ آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱۵)

کی تفسیر فرماتے ہوئے تم طراز ہیں اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ احکام اسلام۔ شریعت کی بنیاد پر ہوتے ہیں نہ کہ عقل کی بنیاد پر۔ جیسا کہ معجزانہ کا نظریہ ہے کہ عقل ہی کسی چیز کو اچھا برا یا حلال و حرام قرار دیتی ہے۔ اس آیت کے بارے میں جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت صرف دنیاوی عذاب کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالت و تبلیغ کی حجت کے بغیر دنیا میں کسی قوم کو تباہ و برباد نہیں فرماتا۔

اسکے برعکس ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اس آیت سے مراد دنیاوی و اخروی دونوں عذاب ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جب بھی جہنم میں لوگوں کو ڈالا جائے گا تو ان سے جہنم کا دروغہ سوال کرے گا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا؟ تو وہ جواباً کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔“

ابن عطیہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ”جو شخص غور و فکر سے کام لے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ آدم علیہ السلام توحید کی اشاعت اور اپنی اولاد میں عقیدہ توحید ہی کو پھیلانے کیلئے مبعوث کیے گئے تھے۔ باوجود اسکے کہ فطرت سلیمہ اور صالح و خالق کائنات کی معرفت کے لئے دلائل موجود تھے۔ پھر بھی ہر شخص کے لئے اللہ پر ایمان اور شریعت خداوندی کی اتباع کو فرض قرار دیا گیا (نہ کہ صرف عقل و شعور ہی کو کافی سمجھا گیا)۔ آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے غرق کیے جانے کے بعد اسی شریعت و توحید کی تجدید فرمائی۔“

اور اسی مذکورہ بالا آیات سے یہ لفظی احتمال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا وجود ممکن ہے جن تک رسالت نہ پہنچ پائی ہو۔ (ایسے لوگوں کو اہل علم اہل فترہ کہتے ہیں جبکہ جہاں تک چار لوگوں والی مذکورہ حدیث کا تعلق ہے تو وہ روایت ضعیف ہے صحیح نہیں) کیونکہ آخرت دار العمل نہیں ہے دنیا دار العمل ہے۔ اور یہی شریعت کا تقاضا ہے۔

امام مہدوی علیہ الرحمۃ نے بھی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ جو ایسے ہی الفاظ پر مشتمل ہے کہ اللہ رب العزت روز قیامت، گوئنگے، بہرے، اخرس، اور اہل الفترہ کی طرف رسول مبعوث کرے گا۔ پس جو دنیا میں اس رسول کی اطاعت کرتا وہ اس دن بھی رسول کی اطاعت کرے گا۔

پھر اس مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔ امام مہدوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں۔ یہ روایت موقوف ہے اور دوسری سورۃ طہ کی تفسیر میں مذکورہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں حافظ ابن عبد البرؒ جو بلا نزاع حافظ مغرب ہیں کا قول نقل کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں ”اس موضوع کی کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے ان سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی اہل علم ان احادیث کی صحت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ آخرت امتحان و آزمائش کا گھر نہیں بلکہ دار جزا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اسکی استطاعت کے مطابق حکم دیتا ہے آگ میں داخل ہونا انسان کے بس کی بات نہیں (بحوالہ ابن کثیر)“

نتیجہ کلام! قابل ترجیح۔ اس نظریے کے معتقدین کے نزدیک۔ بات یہی ہے کہ کسی بھی صورت میں ایسے لوگوں کا وجود ممکن نہیں جن تک توحید کی تبلیغ نہ پہنچ پائی ہو۔ کیونکہ آیات قرآنی کا عمومی حکم یہی ہے کہ ہر قوم اور ہر شخص کے پاس رسول آئے اور حجت قائم ہوئی اور دنیا ہی دار العمل ہے (آخرت تو صرف جزا و سزا کی جگہ ہے)۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(1) اس آیت میں جس عذاب کا ذکر ہو رہا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے عام ہے اس عذاب کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت و حکمت کے ساتھ نازل فرماتا ہے لیکن چونکہ اللہ رب العزت عادل مطلق ہے۔ وہ بغیر کسی دلیل و حجت کے کسی پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کافر پر عذاب آخرت نازل فرمائے گا تو ضرور اس پر کوئی نہ کوئی دلیل قائم ہوگی۔ اور یہی دستور عذاب دنیا کا ہے۔ اور اسی دلیل کو قائم کرنے اور عذر کو ختم کرنے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو ڈرانے اور تبلیغ کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات پر آیات مذکور ہیں یہ آیت سابقہ حقیقت کو مزید ثابت کرتی ہے یہ عملی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء تمام لوگوں کے لئے آتے ہیں۔ یہ آیت اس شرط کو ختم نہیں کرتی کہ عذاب صرف انکو ہوگا جن تک دعوت پہنچی اور انکو نہیں جن تک نہ پہنچی ہو۔

کیونکہ ایسے لوگوں کا وجود ہی نہیں ہے۔ اور یہی دیگر دلائل و آیات کا تقاضا ہے۔

(2) اور اگر یہ آیت صرف عذاب دنیا پر لاگو ہوتی ہے تو اس سے مراد ہلاکت اور زمینوں کی تباہی اور بربادی (یعنی دنیوی تباہی) ہے۔

جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ یا اس آیت میں ان فروع احکامات کا ذکر ہے جو صرف شریعت ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور یہ آیت فقہ کا ایک قاعدہ بھی وضع کرتی ہے کہ ”احکام صرف شریعت (حکم الہی) کے ذریعے ہی ثابت ہوتے ہیں“

(1) امام نیثا پوریؒ بھی ایسا ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ انکا قول ہے ”اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہم صرف ان اعمال جنکو صرف شریعت ہی لاگو کرتی ہے۔ کو نہ کر نہ اس وقت تک کوئی سزا نہیں دیتے جب تک کوئی رسول نہ آجائے۔

امام طبرسیؒ فرماتے ہیں۔ ”اس آیت میں فرائض و احکام اسلام اور فروعی مسائل کی بات کی جارہی ہے جو خاص طور پر صرف رسالت و شریعت کے ذریعے ہی نافذ کیئے جاتے ہیں۔“

اب رہا مسئلہ حدیث اربعہ (وہ چار قسم کے لوگ جن کا بروز قیامت امتحان ہوگا) کا تو امام قرطبیؒ ابن عطیہؒ اور ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیا ہے۔ (یہ روایت خبر دار واحد ہے۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ کیا خبر واحد قرآن کی تخصیص کر سکتی ہے یا نہیں؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مطابق صحیح سند والی خبر واحد قرآن کے عام حکم کو خاص کر سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق قرآن کو کسی صورت خاص نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کے نزدیک عام حکم بھی قطعی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک خبر واحد کے ساتھ ساتھ اگر عمل اہل مدینہ بھی ہو تو کسی عام حکم کو خاص کیا جاسکتا ہے۔ وگرنہ وہ روایت ضعیف کھلائے گی)۔ جب حدیث اربعہ دیگر نصوص کی مخالفت کر رہی ہے تو اس حدیث میں توقف کرنا اور اس مسئلہ کو اللہ کے سپرد کرنا بہتر ہے یہ حدیث مخالفت ہی نہیں کرتی بلکہ سنداً بھی قوی نہیں ہے۔

امام مالک نے بھی ایک حدیث ”جب کتابت کو چاٹ لے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔“

پر توقف اختیار کیا ہے اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔ لیکن یہ روایت امام صاحب کے اصول کی معارض ہے۔

وہ اصول ”طہارت کے سبب کا زندہ رہنا“ ہے۔

(صحیح مسلم طہارۃ ۹۳، سنن ابی داؤد ۷۳ طبعہ مرقعہ، سنن نسائی ج ۱: ۵۴، ۱۷۷)

وہ اپنے اصول کو اس آیت ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَخْنَ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۃ المائدہ آیت ۴)

یہ شکاری کتے جن جانوروں کو تھارے لئے روک کر رکھیں (خود مار کر نہ کھا جائیں) ان کو تم بھی کھاؤ سے ماخوذ کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ”میت پر اس کے گھر والوں کی آہ و پکار سے عذاب ہوتا ہے“ کو رد کر دیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز حدیث ۱۲۸۸، ۳۹۷۸، اسی طرح یہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں بھی ہے)

اس لئے یہ روایت اس آیت کی مخالفت کر رہی ہے وہ آیت یہ ہے۔

﴿وَلَا تَذَرُوا زُرَّةً وَوَزْرًا خُورَى﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۵)

”(روز قیامت) کسی کا گناہ کوئی دوسرا نہ اٹھائے گا۔“

(2) بعض علماء کا نظریہ اس سے عکس ہے۔ ان کے نزدیک عقل اور شرعی اعتبار سے ”اہل فترہ“ کا جو ہے جو علماء، حدیث اربعہ کو صحیح قرار دیتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں۔ ان علماء میں

سرفہرست امام ابن کثیرؒ ہیں وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ”اس موضوع کی احادیث میں سے بعض صحیح ہیں۔ ایک سے زیادہ علماء نے اسکو صحیح قرار دیا ہے کچھ حسن درجے کی روایات ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔“

جو دوسری احادیث کی تقویت کے لئے پیش کی جاسکتی ہیں۔ جب اس سلسلے کی تمام احادیث ایک دوسرے کو مضبوط کرتی اور تقویت پہنچاتی ہیں۔ تو یہ ایک قطعی حجت اور دلیل بن جاتی ہیں۔ امام ابن کثیرؒ نے اس قول کی نسبت امام اشعریؒ علیہ الرحمہ اور امام تہمتیؒ علیہ الرحمہ کی طرف کی ہے۔ (اضواء البیان ج ۲: ص ۲۵۴، ۲۵۵)

اسی طرح امام ابن حزمؒ علیہ الرحمہ نے بھی الاحکام میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور لکھتے ہیں ”اگر کسی شخص تک رسول کا ذکر نہ پہنچ پایا ہو اگر وہ موحد (یعنی مشرک نہیں ہے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔ عقیدہ توحید میں پکا ہے) ہے تو ان پر کوئی عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے ابتدائی فطرت کے مطابق مومن ہے اور جنتی ہے اور اگر وہ لوگ موحد نہیں تو ان کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے کہ ان کے لئے آگ بڑھائی جائے گی اور آگ میں داخل ہونے کا حکم ملے گا۔ جو آگ میں کود گیا وہ نجات پا جائے گا جس نے انکار کیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔“

امام ابن قیمؒ رقم طراز ہیں۔ اللہ کی حجت کا قیام مختلف زمانے، مقام اور اشخاص پر مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایک قوم، جگہ، مقام اور افراد پر حجت قائم ہوتی ہے دوسروں پر نہیں۔

کبھی بعض لوگوں میں عقل و فہم فراست زیادہ ہوتی ہے اور بعض میں نہیں ہوتی۔ کوئی بھی بچپن میں ہے اور کوئی بچپن پاگل ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص نہ تو بات سمجھ پاتا ہے اور نہ ہی اسکی ترجمانی کرنے والا موجود ہوتا ہے۔ وہ ایک طرح سے بہرے کی مانند ہے جو نہ تو کسی بات کو نہ پاتا ہے اور نہ ہی سمجھنا سکے لئے ممکن ہوتا ہے تو اس کا شمار حدیث اربعہ میں سے ہوگا جو روز قیامت اللہ کے حضور دلیل قائم کریں گے۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات پر سیدنا اسود اور ابو ہریرہؓ کی روایات گذر چکی ہیں۔

مفسر قرآن شفیعیؒ لکھتے ہیں۔ زمانہ انقطاع وحی میں رہنے والے مشرک معذور ہوں گے یا نہیں؟ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ روز قیامت ایک آگ کے ذریعے انکا امتحان لے گا انکو آگ میں کود جانے کا حکم ملے گا۔ جو بات مان لے گا وہ ایسے ہی ہے کہ گویا اگر اسکے پاس دنیا میں رسول آتے تو وہ تصدیق کرتا اور اس شخص کو جنت کا پروانہ راہ داری عطا کیا جائے گا۔ اور جو آگ میں داخل ہونے سے انکار کر دے تو اسکو عذاب دیا جائے گا کہ اگر اسکے پاس دنیا میں پیغمبر آتے تو انکو جھٹلاتا۔

اس جمع و تطبیق سے تمام دلائل متفقہ ہو جاتے ہیں۔ لہذا خلاصہ کلام یہ کہ زمانہ فترۃ کے لوگ معذور ہوں گے۔ ابتلاء و آزمائش کے بعد بعض جنتی اور بعض جہنمین جائیں گے۔ (اضواء البیان ج ۲: ص ۲۵۴)

مفسر قرآن شفیعیؒ مزید لکھتے ہیں ”ابن کثیر علیہ الرحمۃ کی بھی یہی رائے ہے کہ اہل فترۃ سے عرصہ حشر میں امتحان لیا جائے گا۔ جو کامیاب ہو گا وہ جنتی ہے۔ اسکے نامہ تقدیر میں چھپی ہوئی سعادت و خوش بختی منکشف ہو جائے گی۔ اور جو امتحان میں ناکام ہو گیا وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ اسکی بد بختی کے بارے میں علم الہی کھل کر سامنے آ جائے گا۔ یہ قول گذشتہ گذری ہوئی تمام احادیث (جو باہم ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں) کے عین مطابق ہے۔ ابوسعہ بن اسماعیل الاشعری اور حافظ ابوبکر بنہتی نے کتاب الاعتقاد میں بھی اسی قول کی تائید کی ہے۔ اور اس فہرست میں بہت علماء اور حافظ حدیث بھی شامل ہیں۔

اس موضوع پر ابن کثیر علیہ الرحمۃ کا کلام بہت واضح ہے ”آپ مزید لکھتے ہیں ”جہاں تک ممکن ہو سکے دو متعارض دلیلوں میں جمع و تطبیق کرنی چاہیے۔ کیوں کہ دونوں دلائل پر عمل پیرا ہونا کسی ایک دلیل کو منسوخ کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ جمع صرف اسی قول سے ممکن ہے کہ ”عذر قبول کر کے امتحان لیا جائے گا۔

(اضواء البیان ج ۲: ص ۲۵۴)

(اس سے دونوں اعتراض ختم ہو جائیں گے۔ کہ ایک گروہ یہ کہے گا اے اللہ ہم تو جاہل تھے دنیا میں ہمیں آزمایا ہی نہیں گیا۔

اور دوسرا اعتراض یہ کہ بغیر دلیل قائم کیے اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا۔ لہذا آزمائش بھی ہوگی اور جنت بھی قائم ہوگی۔“ از مترجم)

(اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ علماء نے زمانہ فترۃ کی جو تفصیلات مہیا کی ہیں کیا ہمارے زمانے کے خود ساختہ جہلاء پر صادق آتی ہیں یا نہیں۔ زرا غور کیجئے۔)

”زمانہ فترۃ“ اس دور کو کہتے ہیں کہ جب تمام انبیاء کی شریعتیں مٹ چکی تھیں۔ انبیاء کی دعوت کے نقش و نگار ماند پڑ چکے تھے۔ عموماً لوگ کسی نبی کی دعوت یا اسکی تعریف کو جاننے والا نہ تھا۔ حتیٰ کہ حق کے متلاشیوں کے لئے کوئی ہادی کوئی راہ نما ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا تھا علم کے حصول کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔ زرا آئیے اس دور حاضر پر نگاہ دوڑائیں ہمارے اس زمانے میں قرآن حکیم کی شب و روز تلاوت کی جاتی ہے۔ ہر گلی کوچے میں مساجد کے مینار نظر آتے ہیں۔ ایسی کتابیں جن سے دین کو سکھا جاسکے لاکھوں کی تعداد میں ہر جگہ دستیاب ہیں۔ دور سابقہ اور دور حاضر کے بڑے بڑے علماء اس کے علاوہ ہیں جنہوں نے عوام انسان پر دین کی تبلیغ کی حجت کو قائم کر دیا ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو دین کی راہ میں وقف کر دیا ہے جو حق کی راہ میں ہر آزمائش اور کٹھن راہوں کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتے ہیں جو ہر آن ہر لمحہ دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَنَا مَا ضَالِّينَ ۚ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝ قَالَ اخْسِئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِجِّينًا حَتَّىٰ أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي ۚ وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضَحِكُونَ ۝﴾ (سورۃ مومنون آیت ۱۰۶ تا ۱۱۰)

”کہیں گے اے پروردگار ہماری بد بختی ہم پر غالب آگئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ اے ہمارے رب ہمیں یہاں جہنم سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا رسوا ہو کر اسی میں رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو کہتی رہی اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو بڑا مہربان ہے۔ لیکن تم انکا مذاق ہی اڑاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد کو بھلا بیٹھے اور تم ان سے طنز و مزاح ہی کرتے رہے۔“

لہذا اہل فترۃ کا ہمارے اس دور پر قیاس کرنا ہرگز کسی صورت میں درست نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا اس دور میں وجود ختم ہو چکا ہے۔ اس دور میں تو آپس کے تعلق اور رابطے کے بہت سے جدید اور بہترین وسائل و ذرائع سامنے آ چکے ہیں۔ کوئی بھی شخص پلک جھپکنے سے قبل کسی خبر، اور افکار و نظریات کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا سکتا ہے اور حاصل بھی کر سکتا ہے۔

ہمارے دور میں اہل فترۃ کا وجود نہیں رہا۔ اگر بغرض محال وجود ممکن بھی ہو تو پھر بھی ان سے دلیل پکڑنا درست نہیں۔ اس بات کو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ ہم قدیم وجدید علماء کے اقوال و افکار کو یکجا کریں اور ہر قول کو اسکے حقیقی مقصد پر اس طرح لاگو کریں کہ کوئی حقیقت چھپ نہ سکے اور زمانہ فترۃ کے احکامات ان لوگوں پر منطبق کریں جو حکم شرعی کے مکلف نہیں ہیں۔ نہ کہ ایسے لوگوں پر جو حکم شرعی پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور (انکو کوئی مجبوری و عذر بھی نہیں ہے۔)

اور پھر جو حضرات زمانہ فترۃ کے وجود کے قائل ہیں وہ اہل فترۃ کو دو اقسام پر تقسیم کرتے ہیں۔

(1) پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو اپنے دور کے مشرکوں کی پیروی کرتے اور انکے ہم نوا نظر آتے تھے۔ شرک کے علاوہ کسی اور دین حق کی تلاش کی کوشش بھی نہ کرتے (یعنی انکے دل میں دین حق کو تلاش کرنے کی تڑپ ہی نہیں تھی بلکہ وہ اتنے غافل تھے کہ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید ہی میں پڑے رہے اسکو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ آیا جسے ہم دین سمجھتے ہیں انہیں کوئی حقیقت بھی ہے کہ نہیں غرض دنیا کے مقابلے میں جہاں دین و مذہب کی بات ہوئی وہ اپنی غفلت ہی میں مگن رہنے اور تقلید ہی کو کافی سمجھتے)۔ یہ ایک بات ہے کہ اس دور میں دین موجود ہو یا نہ ہو۔

(2) دوسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنے دور کے مشرکین اور برے لوگوں کو دیکھا اور ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ لیکن انہیں کوئی ایسا دین بھی نہ ملا کہ جس کے ذریعے وہ اپنے رب کی عبادت

کرتے۔ کیونکہ ان کے دور میں رسالت کا کوئی وجود نہ ملتا تھا۔

پہلی قسم کے لوگ معذور نہیں ہیں ان پر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ یا حدیث اربعہ کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ دوسری قسم کے لوگ اگر موحد ہوں اور شرک سے پرہیز کرتے ہوں لیکن کبھی بھی شریعت کی عدم موجودگی کی وجہ سے جاہل رہ گئے ہوں تو وہ (انشاء اللہ) روز قیامت نجات پا جائیں گے۔

رسول ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں ایسے حق کے متلاشیوں کی مثالیں موجود ہیں۔ اور اگر یہ حضرات غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے ہوں اور شرک سے توقف اختیار کرتے ہوں لیکن باوجود تمام تر کوششوں اور جدوجہد کے انہیں کوئی دین صحیح نہ ملا ہو تو ایسے لوگ بھی آیت بنی اسرائیل اور حدیث اربعہ میں شامل ہوں گے۔

امام شافعیؒ کے یوں سیٹھتے ہیں ”اہل فترۃ میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے تھے۔ اور غیر اللہ کی عبادت میں اپنے اہل زمانہ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اسی لیے علماء کرام نے انکو دو طبقوں میں شمار کیا ہے۔

(طبقہ اول) ایک طبقہ ایسے لوگوں کا تھا جن کو عبادت الہی کے لئے کوئی شریعت نہ ملی۔ انکی عقل جس عمل کو بھی قرب الہی کا ذریعہ سمجھتی وہ اس پر عمل پیرا ہو جاتے۔ وہ اپنے دور کے لوگوں کا ان مستحسن اعمال میں ساتھ دیتے تھے لیکن دیکھنے کے حصول پر کامیاب نہ ہوئے۔ ایسے لوگ جنت کے حصول کے حق دار ہیں۔ اور اس آیت (ہم نہیں عذاب دینے والے جب تک کوئی رسول معبود نہ ہو کرے) کے عام حکم کے تحت عذاب سے مستثناء ہیں۔

(طبقہ دوم) دوسرے قسم کے ایسے لوگ ہیں جو غیر اللہ کی عبادت میں شبہات کا شکار ہو گئے۔

انہوں نے اپنی عقل کے ساتھ حلال و حرام کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے اہل باطل کے اعتقادات کی موافقت شروع کر دی۔ علماء کے نزدیک ایسے لوگ معذور نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے اور انکے زمانہ کے مشرکوں کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے تمام اعمال (دستی، دشمنی، عبادات) میں اپنے آپ کو مشرکوں جیسا بنالیا تھا لہذا ان کو مشرکوں میں شمار کیا جائے گا۔

امام ابن قیمؒ مزید وضاحت فرماتے ہیں۔ آپ ”جہالت اور تقلید کا کفر“ کے مسئلے پر بحث کے دوران ایسے لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جو کسی وجہ سے علم دین کے حصول پر کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ نے بھی ایسے لوگوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(1) ﴿پہلی قسم﴾ کے لوگ ہدایت کے متلاشی، حق کے لئے سرگرداں رہنے والے ہیں۔ لیکن نہ تو حق کو پاسکے اور نہ ہی وہ اسکی استطاعت رکھتے تھے کیونکہ اس وقت وہ ہادی راہبری موجود نہ تھا۔ یہی لوگ اصحاب فترۃ کہلاتے ہیں جن کو دعوت تو حید نہ مل سکی۔ یہ لوگ دعا گورہتے اور کہتے تھے۔ اے ہمارے رب اگر ہمیں کوئی اچھا اور بہتر دین ملتا تو ضرور ہم اپنے طریقے کو چھوڑ کر بہتر دین کو اختیار کر لیتے۔ لیکن ہم مسوائے اس راہ کے کوئی اور راستہ جانتے بھی نہیں۔ یہی ہمارے علم کی انتہا اور کوشش و کاوش کی آخری حد ہے۔

(2) ﴿دوسری قسم﴾ کے لوگ اپنے مشرکانہ دین پر راضی رہتے تھے۔ نہ تو کبھی کسی دوسرے مذہب کو ترجیح دیتے اور نہ کسی دین حق کی تلاش کرتے۔ اب زرا دیکھئے حق دونوں کو نہ ملا کوئی دین حق کے حصول میں عاجز تھا یا قدر دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن پہلی قسم کے لوگوں نے زمانہ انقطاع وحی میں دین کو تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بہت جدوجہد اور کوشش کے بعد ناکام اور لاعلم رہے۔ اور اسکے برعکس دوسری قسم کے لوگوں نے تو کبھی کوشش ہی نہ کی اور جہالت و شرک ہی میں مر گئے۔ حالانکہ اگر دین حق کے حصول کی کوشش کرتے تو دین ان کو بھی نہ ملتا مگر طالبانہ عاجزی اور بے پرواہی و ہٹ دھرمی کی عاجزی میں بہت فرق ہے۔ آخر کار ہمیں سوچنا چاہیے کہ مذکورہ بالا تمام اختلافات صرف اور صرف احکام آخرت کے بارے میں ہیں۔ یعنی جاہلین توحید کے ساتھ روز قیامت جزا اور سزا کے معاملات کیسے ہوں گے (صرف اس کے متعلق علماء کے مابین اختلافات موجود ہیں) وگرنہ ان کے دنیاوی اور ظاہری اعتبار سے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں حکم صرف ظاہر کی بنیاد پر ہی لگایا جاتا ہے۔

اسی سلسلے میں ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ صرف اسی کو عذاب دے گا جس پر حجت رسالت قائم ہو جائے گی تمام مخلوق کے ساتھ قطعی طور پر ایسا ہی ہوگا۔ انفرادی طور پر یہ حکم لگانا کہ زید اور عمر پر حجت ثابت ہو چکی یا نہیں یہ ممکن نہیں۔

ایسا کرنا اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان مداخلت شمار ہوگا۔ بلکہ ہمیں تو صرف یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ”ہر وہ شخص جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرتا ہے وہ کافر ہے“ اور اللہ رب العزت دلیل و حجت قائم کیے بغیر کسی کو عذاب نہ دے گا۔ کسی خاص شخص کو معین کر کے اسکے عذاب و ثواب کا حکم لگانا اللہ تعالیٰ ہی کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اور دنیاوی احکامات میں تو ظاہری حالت دیکھ کر ہی حکم لگایا جاتا ہے۔

امام ابن قیم علیہ الرحمۃ کا اس باب میں یہ فیصلہ کن کلام ہے۔

عزیزان گرامی! ہم اولاً مسلمان ہیں اور ثانیاً اللہ کی طرف دعوت دینے والے۔ ہم کسی کے بارے میں جزا اور سزا کے متعلق اپنی زبانوں کو نہیں کھول سکتے بلکہ یہ معاملہ اول تا آخر اللہ ہی کے ذمے ہے لیکن ہم تو احکام شرعی کے اعتبار سے کفر اور اسلام کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بارے میں ظاہری اور حقیقی فرق کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ احکام دین (کفر اور اسلام) ایک الگ مسئلہ ہے اور احکام آخرت (سزا اور جزا) ایک بالکل جدا معاملہ ہے۔

شریعت کے اصول میں جہالت کا دائرہ اثر!

یہ باب شریعت کے اصول و قوانین کے بارے میں جہالت اختیار کرنے کے متعلق ہے۔

”اصول“ ان قواعد و ضوابط کو کہتے ہیں جو نصوص (قرآن و حدیث) سے ثابت ہوں یا قرآن مجید کے بغور مطالعہ، تحقیق اور چھان بین سے اخذ کردہ قطعی مسائل سے ثابت ہو رہے ہوں۔ ان اصول و قوانین میں ”متواتر احادیث“ عقلی طور پر ثابت شدہ صفات باری تعالیٰ، اجماع امت کے مواقع اور فروعی مسائل میں دین کا ضروری علم شامل ہیں۔

ان اصول سے جاہل رہنے والے کو حجت قائم کرنے سے قبل کا فرض نہیں قرار دیا جائے گا۔ اسکی تفصیل اور درپیش مسائل کا مکمل جائزہ درج ذیل ہے۔

(1) اگر احکام اسلام کا مکلف (پابند) ایسی جگہ میں رہتا ہے جہاں پر قرآن و سنت کے علم کا حصول آسانی سے ہو سکے (جیسے دارالاسلام) اور وہ (پھر بھی جاہل رہے) تو گنہگار ہوگا۔ اسکی جہالت پر کوئی عذر قبول نہ کیا جائے گا۔ اور اگر وہ ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جس پر کوئی حد مقرر رہے تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اگرچہ یہ گناہ (غلط) تعمیر کرنے سے ہوا یا بغیر کسی تاویل و تعبیر کے ہوا۔

(2) اگر احکام شریعت کا مکلف ایسی جگہ میں رہتا ہے جہاں قرآن و سنت کا علم میسر نہ ہو سکے (جیسے دارالحرب) تو وہ ان اصول سے جاہل رہنے کی وجہ سے گناہ گار نہ ہوگا اور اسکا عذر بھی قبول کیا جائے گا۔ لیکن ایسے شخص کو ان احکام و قوانین کی تبلیغ کر دی جائے اور اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اور وہ پھر بھی انکاری ہو تو لاؤ عملاً تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ ”علم کے میسر“ ہونے سے مراد یہ ہے کہ علم کی موجودگی کا امکان اور گمان ہو۔

اس بات کی شرط نہیں لگائی گئی کہ حقیقی طور پر علم کی موجودگی ثابت ہو جائے۔

الشیخ عبدالقادر عودہؒ لکھتے ہیں ”صرف اس قدر علم کافی ہے جس سے حرام کردہ اشیاء کا علم ہو جائے۔ جب انسان عاقل بالغ ہو اور حرام کردہ اشیاء کا علم با آسانی حاصل کر سکتا ہو (قرآن و حدیث کے مطالعے یا علماء سے سوال و جواب کے ذریعے) تو اسکو عالم ہی سمجھا جائے گا۔“

اسکو یہ لائق نہیں دیتا کہ وہ جہالت کا عذر یا لاعلمی کا شکوہ کرے اس باعث فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ دارالاسلام میں احکام اسلام سے جاہل رہنے کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اسی لئے ایسے نصوص کا علم جن سے محرمات کا علم ہوتا ہے کو ہی کافی سمجھا گیا ہے اور علم کے حصول سے امکان کی شرط لگائی گئی ہے۔ اب کوئی علم سے واقفیت اختیار کرے یا نہ کرے اور حقیقتاً علم موجود ہو یا نہ ہو۔ اس کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔

شیخ محمد ابو زہرہ رقم طراز ”قرآن، تواتر اور اجماع امت کی نصوص سے ثابت شدہ محرمات و ممنوعات سے جہالت برتنا گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔“

ڈاکٹر وھبۃ الزہلی لکھتے ہیں۔ ”کل روز قیامت جہالت کو بہانہ بنانے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جاہل کو جان بوجھ کر عمداً گناہ کرنے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ پابند شریعت کے لئے جائز نہیں کہ وہ بغیر علم کے کوئی عمل کرے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿فَلَا تَفْهَمَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۳۶)

”جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اسکو پیچھے مت پڑو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نامعلوم احکامات کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ اور آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت کے حقیقی علم کے بغیر کوئی عمل جائز نہیں۔

اور اسی بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

(المعجم الكبير لطبرانی ج ۱۰: ۲۴۰، البدایہ و النہایہ لابن کثیر ج ۱: ۳۲۲، الدر المنثور فی الاحادیث المشتملہ لسیوطی ۱۰۵ طبعہ الحلبی، الضعفاء للعقيلي)

ج ۵۸: ۲ ج ۱۰: ۳ ج ۴: ۲۰۰، العلل المتناہیۃ لابن الجوزی ج ۱: ۵۴ تا ۶۲، ۱۵۵)

”اور امام مالک کا قول ہے۔“ نماز یا دیگر عبادات سے جاہل رہنے والے کو دانستہ اور جان بوجھ کر گناہ کرنے والے کے برابر سمجھا جائے گا۔ نہ کہ اسکو بھولنے والا سمجھا جائے گا۔“

امام مالک اصول فقہ اور دیگر قطعی قواعد کے بارے میں فرماتے ہیں ”اصول فقہ بھی اصول دین میں شامل ہے۔ مجتہد (اجتہاد کرنے والا) اصول فقہ سے جاہل رہنے کا کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ گنہگار ہوگا۔ اسکو کافر نہیں بلکہ فاسق و فاجر کہا جائے گا۔ اور امام شافعیؒ سے بھی ”رسالہ“ میں ایک قول نقل ہے، ”مغلوب العقل“ (پاگل) کے علاوہ کوئی بھی دارالاسلام رہتے ہوئے متواتر احادیث سے ثابت شدہ مسائل سے جاہل نہیں

رہ سکتا اور اسی طرح سے احناف سے یہ رائے منقول ہے ”اصول شریعت سے جہالت پر عذر پیش کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن اس جہالت سے کفر لازم نہیں ہوتا۔ جس طرح علماء نے قرآن و حدیث کے خلاف

جو اجتہادی فیصلے دیئے ہیں انکی مخالفت کرنے میں اپنے جاہل رہنے کا عذر پیش کرنا، اور (اپنی جہالت کی بنا پر) کسی ایسی سنت کی مخالفت کرنا جو معاشرے میں غیر معروف ہو۔ جیسے وضو کرتے وقت ”بسم اللہ“ پڑھنے کو دانستہ ترک کرنے کو جائز سمجھنا اور ”بھولنے“ پر قیاس کرنا۔ ایسی قسم کی تمام تر جہالتیں غیر موزوں ہیں۔“ (یعنی اس قسم کی جہالت ناجائز ہے اور اس جہالت کو عذر کے طور پر پیش کرنے والے غیر معذور ہیں انکا عذر نہ تو

دنیا میں قابل قبول ہے اور نہ ہی آخرت میں مقبول ہوگا۔)

عمداً (جان بوجھ کر) جاہل رہنے یا قرآن و سنت کی غیر معروف تاویل کرنے کے بارے میں تاریخ اسلام میں سیدنا عمر بن خطابؓ اور سیدنا قدامہ بن مظعونؓ کا درج ذیل واقعہ بہت مشہور ہے ”سیدنا عمر بن

خطابؓ نے سیدنا قدامہؓ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا۔

قدامہؓ بدری صحابی اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حفصہؓ کے ماموں بھی ہیں۔ انکے گورنر مقرر ہونے کے بعد سیدنا جابر و دہینہ تشریف لائے اور سیدنا عمر بن خطابؓ سے کہنے لگے۔

اے امیر المؤمنین! قدامہ شراب ہی کے نشے میں مبتلا رہے جب میں نے اللہ کی حکو پامال ہوتے دیکھا تو آپ تک پہنچا دیا۔ اس بات پر سیدنا ابو ہریرہؓ اور سیدنا جارد کی اہلیہ سیدہ ہند بنت ولید نے قدامہؓ کے خلاف گواہی دی۔ سیدنا عمرؓ نے قدامہؓ کو فرمایا۔ میں تم کو بطور حد کوڑے لگاؤں گا۔ قدامہؓ نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم اگر میں نے شراب پی بھی ہوئی تو بھی تم مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے تھے۔ پوچھا وہ کیوں؟ قدامہؓ کہنے لگے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا﴾

(سورۃ المائدہ آیت: ۹۳)

”ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز کا کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ تقویٰ رکھتے ہوں۔“

سیدنا عمرؓ فرمانے لگے اے قدامہؓ تم نے اس آیت کی غلط تفسیر کی اگر تم واقعی اللہ سے ڈرتے تو اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے اجتناب کرتے۔ پھر آپ نے اسکو بطور سرزا کوڑے لگوائے۔

یہ واقعہ اگرچہ سیدنا قدامہؓ کی غلط تاویل کے متعلق ہے۔ لیکن بعض وجوہات کے اعتبار سے اس بات کی دلالت بھی کرتا ہے کہ شراب کے متعلق صحیح حکم آپ کے علم میں نہ تھا۔ اس لئے آپ نے ایک غلط تفسیر سے اجتہاد کی کوشش کی لیکن اسکو قبول نہ کیا گیا۔ کیونکہ اس دور میں احکام شریعت کے بارے میں علم کے حصول کے ذرائع وسیع تھے۔ کبار اہل علم صحابہ مثلاً سیدنا عمرؓ، ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین، موجود تھے انہیں سے سوال کیا جاسکتا تھا یہ تمام دلائل ایک عمومی قاعدے اصول پر دلالت کرتے ہیں کہ ”حصول علم کے امکان کے بعد جہالت کا کوئی عذر پیش نہیں کیا جاسکتا۔“

لیکن یہ اصول ضرور ذہن نشین ہونا چاہیے کہ ”اگر کوئی گناہ گار غیر معذور جاہل علم کی دستیابی کے مقام پر رہتا ہو یا کوئی معذور اور بے گناہ جاہل حصول علم کے عدم دستیابی والے مقام (دارالحرب یا مسلمانوں سے دور کوئی مقام) پر رہتا ہو۔ مگر وہ علم حاصل ہونے اور دلیل و حجت کے قائم کے ہونے بعد بھی اپنے کفر پر ڈٹا رہا ہے اور انکار کر دے تو وہ شخص بلا اختلاف رائے کافر ہوگا۔ اس منکر کے کفر کی اہم ترین وجہ یہ ہے کہ وہ قطعی (حتی) ثابت شدہ احکامات کا منکر ہے۔ احکامات عموماً دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(1) جو قطعی یا ظنی طور پر ثابت شدہ ہوں۔

(2) ایسے احکامات جو قطعی یا ظنی طور پر دلالت کرتے ہوں۔

ان کی مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) کچھ احکامات ایسے ہوتے ہیں جو قطعی طور پر ثابت ہوتے ہیں اور انکی دلالت بھی حتی اور نہ تبدیل ہونے والے ہوتی ہے۔ یعنی اس حکم کی سند میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا اور اس کا کوئی دوسرا معنی یا مفہوم بھی نہیں نکلتا۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“

(ایک تو یہ غیر قطعی طور پر قرآن کی آیت سے ثابت ہے اور دوسری یہ ہے کہ یہ آیت اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں)

(2) بعض احکامات و مسائل ثابت تو قطعی طور پر ہوتے ہیں لیکن جس چیز پر دلالت کرتے ہیں وہ ”ظنی“ ہوتی ہے وہ مسئلہ ایسا ہوتا ہے جسکی سند میں تو کوئی شک و شبہ نہ ہو لیکن اس حکم کے کئی مفہوم و توجیہات

ہوں جیسے یہ آیت ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ (سورۃ بقرہ آیت: ۲۲۷)

”اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روک رکھیں۔“

اس آیت میں بعض کے نزدیک ”قروء“ کا مطلب حیض ہے اور بعض کے نزدیک طہارت ہے۔

(3) مسئلہ ظنی الثبوت ہو مگر دلالت قطعی ہو۔ مثلاً ایسی احادیث جو خبر واحد سے ثابت ہوتی ہیں لیکن اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے جیسے بنی کریم ﷺ نے اعتدال اور سکون سے نماز نداء کرنے والے اعرابی کو تین بار

نماز دھرانے کا حکم فرمایا۔ (صحیح بخاری ج ۱: ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۸۱، ۱۶۹، ۱۶۶، صحیح مسلم: صلوٰۃ: ۴۵)

اس حدیث سے نماز کے ارکان اعتدال سے ادا کرنے کا حکم قطعی یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔

(4) ایسا مسئلہ ظنی الثبوت بھی ہو اور دلالت بھی ظنی طور پر کرتا ہو۔ مثلاً شریعت کے فروعی مسائل کے متعلق وارد شدہ اخبار احاد ہیں ان میں بعض خاص اور کچھ مقید کرنے والی ہوتی ہیں۔ جس طرح وضو کو

ترتیب سے مکمل کرنے کی احادیث ہیں۔

اور انکے برعکس دوسری حدیث ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا مسح کرنا بھول گئے تھے تو آپ نے وضو مکمل کرنے کے بعد یاد آنے پر مسح کیا۔ اس خاص حدیث سے پہلی روایت کو مقید کر دیا۔

ان مسائل میں پہلے نمبر پر جو مسئلہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے۔ اس کا انکار کرنا کفر کو لازم کرتا ہے۔ اور اسی طرح اہل شریعت میں جو قطعی قواعد ہیں یا جو قواعد نصوص (قرآن سنت) کے بغور مطالعے اور چھان بین سے استدلال کردہ ہیں۔

مثلاً شراب اور زنا کی حرمت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت یا دیگر فروعی مسائل ہیں۔ انکار انکار کرنے سے بھی کفر لازم آتا ہے تفسیر ”المنار“ کے مصنف رقم طراز ہیں ”جب کوئی توحید پرست اللہ تعالیٰ، فرشتوں، رسولوں اور کتابوں پر مجموعی طور پر ایمان لاتا ہو۔ اور ساتھ ساتھ روز قیامت، تقدیر ارکان اسلام پر ایمان اور فحاشی و برائی کے حرام ہونے پر ایمان لاتا ہو تو اسکو بعض انبیاء کرام سے لاعلم رہنے پر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور اسی طرح بعض تاریخی اور معاشرتی احکامات جو قرآن سے ثابت ہیں مثلاً خیر اہل سب اور کلامہ کی وراثت کا حکم اور گھروں میں داخل ہونے سے قبل سلام و اجازت طلب کرنے کا حکم وغیرہ سے اگر لاعلمی ہے تو بھی لاعلم و جاہل رہنے والے کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ معلومات اکثر عوام الناس سے مخفی ہوتے ہیں اور اگر مکمل باخبر ہونے اور مطلع ہونے کے بعد بھی کسی قرآنی نص کا انکار کیا جائے تو کفر لازم آتا ہے کیونکہ یہ قرآن کے جھٹلانے کے مترادف ہے۔ احادیث کے انکار کرنے کے مسئلے پر گفتگو کرنے کے دوران امام ابن القیم علیہ الرحمۃ مدارج میں بیان کرتے ہیں۔ ”کوئی شخص اگر اسلام کے فرائض میں سے کسی فرض کا انکار کر دے یا وہ محرمات میں سے کسی حرام کردہ چیز، یا اللہ تعالیٰ کی کوئی ایک صفت یا کسی حکم الہی کا علمی جہالت، یا غلط تاویل کے باعث انکار کر دے تو اس شخص کو معذور سمجھا جائے گا اور کافر بھی قرار نہیں دیا جائے گا۔“

ہم نے جو کچھ گذشتہ صفحات پر ذکر کیا ہے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کا کلام بھی اس پر دلالت کرتا ہے آپ نے بھی کسی کو جت قائم کرنے سے قبل مخصوص کر کے کافر کہنے سے منع فرمایا ہے۔

اور ساتھ ساتھ مذکورہ بالا تمام معاملات (توحید، رسالت ارکان اسلام وغیرہ) کا انکار کیا جائے تو انکار کرنے والا کافر ہوگا۔ لیکن علم کے حصول کے امکانات نہ ہونے کی وجہ سے ان امور سے جہالت کا عذر قبول کیا جائے گا کیونکہ ہر شخص شریعت و توحید کی تبلیغ کھتا ہے پہلے واضح اور قطعی طور پر جت تبلیغ قائم ہونی چاہیے اگر اسکی بعد بھی انکار ہو تو پھر کافر کہنا درست ہے۔ امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہر کلام کو انہیں معنوں میں لینا چاہیے۔ آپ نے ہر جگہ جہاں کہیں بھی جاہلوں کو معین کر کے کافر قرار دینے سے توقف فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جت تبلیغ قائم کی جائے اور امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا درج ذیل قول بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ”جو شخص ایمان کے بعض واجبات کو عاجز آ کر ترک کر دیتا ہے مثلاً حصول علم کے امکانات نہ ہونے کی وجہ سے یا عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے تو اس شخص کو معذور سمجھا جائے گا۔ کیونکہ انسان جس سے عاجز آ جائے تو وہ مکلف و پابند نہیں کہ اس پر عمل کرے۔ اس شخص پر یہ چیزیں فرض نہ ہوں گی حالانکہ درحقیقت ایمانی یا دینی اعتبار سے یہ فرائض میں شامل ہے۔ یہ بات واضح کرتے چلیں کہ امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنی اکثر کتابوں میں عام فروعی احکامات کے لئے ایمان واجب کا جملہ استعمال کرتے ہیں۔ ایمان واجب سے ایمان مجمل (توحید، ارکان اسلام وغیرہ) مراد نہیں ہوتا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب اس اشکال کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جب تک کسی پر جت قائم نہ ہو جائے اس وقت تک شیخ الاسلام ابن تیمیہ کسی کو معین کر کے کافر قرار نہیں دیتے۔ اور یہ معاملہ صرف فروعی مسائل کے بارے میں ہے نہ کہ ہر امور اور ہر حالات میں یہی حکم ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب مزید رقم طراز ہیں۔ بعض لوگوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام سے کج روی اختیار کرتے ہوئے غلط مطلب اخذ کیا ہے۔ میں وہی الفاظ نقل کرتا ہوں ”شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ اس بات سے لوگوں کو روکنے والا ہوں کہ کسی کو مخصوص معین کر کے کفر، بدعت یا فسق و فجور کا الزام عائد کیا جائے۔ لیکن اگر جت رسالت و تبلیغ قائم ہونے کے بعد بھی کوئی شخص احکام اسلام کی مخالفت کرے تو وہ شخص کافر فاسق، گنہگار کہلائے گا۔“

اس مسئلے پر ہر جگہ جہاں تک مطلع ہوتے ہیں آپ کے کلام کی یہی غرض و غایت ہے۔ کبھی بھی اگر عدم تکفیر کا ذکر آیا تو ساتھ ہی غلط فہمی کے ازالے کے لئے ذکر فرمایا کہ اس سے مراد کفر سے توقف، تبلیغ کی جت قائم کرنے سے قبل ہے نہ کہ بعد میں۔ اور جب تبلیغ کر دی جائے تو مسئلے کے تقاضے کے مطابق کافر فاسق یا گنہگار ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اور بذات خود امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے صراحت فرمادی کہ آپ کا کلام ان مسائل کے متعلق ہے جو ظاہری نہیں (یعنی عوام الناس تک پہنچنے والے مشہور بنیادی مسائل کے علاوہ مخفی اور غیر بنیادی مسائل ہیں) جب آپ کی توجہ علم کلام کے بعض ائمہ کے کفریہ کلام و عقائد کی طرف دلائی گئی تو آپ نے فرمایا ”ان متکلمین کے بعض اقوال ایسے ہیں جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے یہ اسکی غلطی اور خطا ہے۔ مگر اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ مگر ان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں جسکے بارے میں ہر خاص و عام مسلمان جانتا ہے کہ انکار ارتکاب کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور کفر لازم آتا ہے ان امور میں سے اللہ و وحدہ لا شریک کی عبادت میں کسی نبی، فرشتے یا کسی کو بھی شریک کرنا۔ توحید تو اسلام کا سب سے بڑا شیعہ ہے اور نماز و حج کا نہ کی ادائیگی اور عظمت کا خیال نہ کرنا، سود، شراب اور جوئے بازی کو حرام نہ سمجھنا جیسے بڑے بڑے کبیرہ گناہ شامل ہیں۔ علم منطق و کلام کے بڑے بڑے علماء ایسے بہت سے اعمال کا ارتکاب کر کے مرتدین میں شامل ہو گئے ہیں۔ (مرتدین جمع ہے مرتد کہتے ہیں اس شخص کو جو اسلام لانے کے بعد اعلانیہ یا غیر اعلانیہ طور پر اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جائے خواہ اسکا لوٹنا قولاً ہو یا عملاً ہو دونوں طرح ہو اور لازمی نہیں کہ صرف وہی مرتد ہو جیسے معاشرے میں مرتد کی حیثیت سے جانا جائے بلکہ ہر وہ کلمہ جو کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام میں داخل ہونے کے بعد ناقض اسلام (اسلام سے خارج کرنے والے امور) کا ارتکاب کرے اور ائمیں علماء کی عائد کردہ منجملہ شروط بھی پائی جائیں وہ مرتد ہوگا اگرچہ معاشرے میں وہ مسلمان ہی کی حیثیت سے کیوں نہ جانا جائے۔)

شیخ الاسلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تمام تحاریر ایسی ہی ہیں جن سے بہت سے لوگ شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے تھے۔ آپ تبلیغ کی جت قائم کئے بغیر کسی جاہل کو کافر قرار نہیں دیتے۔ مثال کے طور پر کوئی مسلمانوں کے شہروں سے دور دراز مقام پر رہنے والا جاہل شخص یا کوئی کفار کے علاقے سے نیا نیا مسلمانوں میں آنے والا یہ کہے کہ شراب حلال ہے تو جب تک اسکو احکام شرعیہ کی مکمل خبر اور شراب کے حرام ہونے کے حکم کا علم نہ ہو تو اسکی تکفیر میں توقف اختیار کرنا ضروری ہے۔ لیکن قرآن و سنت کے احکامات کی خبر گیری کے بعد بھی کوئی بعضدہر اور اصرار کرے کہ شراب جائز ہے تو ایسا کہنے والا کافر ہوگا۔

ایک قابل غور مسئلہ

اب ہم ”مجموعۃ التوحید“ میں منقول امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ایک قول کی وضاحت کرتے ہیں۔ آپ کا قول ہے ”ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کے لئے یہ جائز قرار نہیں دیا کہ وہ مردوں (فوت شدگان)

میں سے کسی کو پکارے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام صالحین رضی اللہ عنہم وغیرہ کو مدد کے لئے کسی اور وجہ سے پکارنا جائز قرار نہیں دیا۔ بالکل ایسے ہی مردوں کی (قبروں) کو سجدہ کرنا یا صرف انکی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان شریکاء اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ لیکن دور حاضر میں جہالت کے غلبے اور قرآن و سنت کے صحیح علم کی قلت کی وجہ سے یہ ممکن نہیں کہ ہم ان امور کے مرتکبین کو کافر قرار دیں۔ جب تک ان کے سامنے صاف صاف وضاحت نہ کر دی جائے کہ اسلام کیا ہے۔ اور اسلام کے منافی امور کیا ہیں!۔

شیخ الاسلامؒ نے ایسے لوگوں کی تکفیر سے توقف کرنے کے ساتھ ہی بتا دیا کہ یہ توقف صرف اور صرف تبلیغی مصلحت اور دعوت تو حید سے قبل لوگوں کے دل و دماغ کی سببقتیں و داعی حضرات کے متعلق نفرت کو نکالنے کی غرض سے ہے۔ یعنی یہ آپ کا کوئی فقہی اصول و قاعدہ نہ تھا بلکہ یہ موقف ضرورت و مصلحت کے پیش نظر اختیار کیا گیا تھا۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ فرماتے ہیں ”شیخ الاسلامؒ نے ذکر فرمایا کہ انہوں نے کیوں تکفیر معین کو اطلاق نہ کرنے کا موقف اختیار کیا ہے کیونکہ جو علماء کرام ان کے شرک فی العبادت کی وجہ سے انکو فوراً (بغیر کسی تبلیغ و وضاحت کے) کافر قرار دیں گے۔ تو پھر دعوت و تبلیغ کا کام مؤثر نہیں ہو سکتا۔

بالکل ایسی ہی صورتحال شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہابؒ کو دعوت تو حید کے ابتدائی دور میں پیش آئی۔ جب آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ زید بن خطابؓ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ (اسی طرح آج کل کے نام نہاد کلمہ گو مسلمان عبد القادر جیلانی وغیرہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں)۔ تو آپ نے انتہائی نرم لہجے اور مصلحت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا ”اللہ زید سے بہتر ہے“۔

یہ علماء کا دعوت تو حید کو پیش کرنے کا بہترین طریقہ اور مصلحت انگیز راستہ تھا۔ نہ کہ کوئی ان کا فقہی اور نظریاتی موقف تھا۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ علماء کے کلام سے بعض مشابہہ نصوص لے کر تمام دلائل و براہین کو رد کر دیں۔ اور ہمیں یہ بھی چاہیے کہ ہم علماء بالخصوص شیخ الاسلامؒ کے کلام و بیان کی غلط تعبیر و تشریح کر کے اپنے آپ اور ائمہ دین پر ظلم نہ کریں۔ اور یہ ظلم کر بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ ائمہ کا کلام خود اپنی آپ تفسیر کر رہا ہو؟۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اعتقادی اصول میں جہالت کا دائرہ اثر

یہاں پر ان امور کے متعلق بحث کی جارہی ہے جو اہل سنت کے نزدیک عقیدے کے اصول ہیں۔ لیکن یہ قطعی طریقے سے ثابت شدہ نہیں بلکہ بعض کے نزدیک ظنی الثبوت ہیں۔ لہذا جو اصول و قواعد قطعی الثبوت نہیں ہیں ان سے لاعلم رہنے والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا جب تک کوئی دلیل و حجت قائم نہ ہو جائے۔ اور جو علماء کے نزدیک تو دلیل تبلیغ قائم ہونے کے بعد بھی کوئی اگر منکر ہو تو اسکو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اسکو بدعتی یا فاسق کہا جائے گا کیونکہ اس کے ثبوت پر کوئی قطعی دلیل نہیں۔ تفسیر المنار کے مصنف رقم طراز ہیں۔

”جو اصول روایت کے اعتبار سے قطعی نہ ہوں تو ان کو جھٹلانے والا یا تو اس وجہ سے جھٹلائے گا کہ وہ روایت کا صحیح علم نہیں رکھتا یا دوسری وجہ یہ ہوگی کہ بعض راویوں نے اس روایت کی تصدیق نہ کی ہوگی۔ اور جو اصول دلالت کرنے کے اعتبار سے غیر قطعی ہیں اگر کوئی ان کو جھٹلائے تو اس میں اس بات کا احتمال ہوگا کہ جھٹلانے والے نے اس اصول کے بعض معان و مفہوم کا انکار کیا ہو۔ (نہ کہ مکمل اصول کا انکار کیا ہو) کیونکہ تکذیب کرنے والے کے نزدیک یہ معنی مراد ہی نہ ہوگا اور یہ معنی قطعی علم سے ثابت نہ ہوگا۔ اسی لئے علماء کرام نے یہ شروط عائد کی ہیں کہ ”اُن اصول و ضوابط کے انکار پر کفر لازم آتا ہے جو متفقہ ہوں، (یعنی جن میں اختلاف نہ ہو) دین کی ضروری معلومات (جیسا کہ عقیدہ کے مسائل وغیرہ۔ اور علم دین کے لازمی جزئیات سے جہالت وغیرہ) سے تعلق رکھتے ہوں اور یہ بھی شرط عائد کی جاتی ہے کہ تکذیب کرنے والا اصل اصول کی بغیر کسی تاویل و تعبیر کے تکذیب کرتا ہو (یعنی اگر تاویل و تعبیر کے ساتھ تکذیب کرے تو کافر نہیں جیسا کہ پیچھے ابن قیمؒ وغیرہ کے کلام میں موجود ہے)۔ اسی لئے گزشتہ علماء امت نے صفات باری تعالیٰ کی تفہیم و تشریح میں مخالفت کرنے والے کو کافر قرار نہیں دیا ہے۔ کیونکہ فرقے تاویل و تفسیر کرتے ہوئے تکذیب کرتے ہیں۔“

لیکن یہ واضح رہے کہ سلف و خلف کے تمام علماء نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ چیز جسے وہ جھٹلا رہا ہے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر بھی وہ اسکو جھٹلاتا ہے اگرچہ یہ اصول قاعدہ یا مسئلہ قطعی الروایۃ اور قطعی الدلائل نہ بھی ہو۔ کیونکہ کفر کا دار و مدار تکذیب پر ہے چاہے کسی چھوٹے مسئلے کو جھٹلایا جا رہا ہو یا کسی بڑے مسئلے کو۔“

اہل سنت علماء نے اصول و عقائد میں کئی تصانیف لکھی ہیں مثلاً امام ابن حزمؒ محلی کے مقدمے میں روز قیامت روایت باری تعالیٰ (یعنی روز قیامت اللہ عزوجل کا دیدار ہونا، دیکھا جانا) کے مسئلے پر بحث کے دوران فرمایا ہے کہ ”مسئلہ نمبر 63: یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کا روز قیامت دیدار کریں گے (اللہ تعالیٰ انکی آنکھوں کو ایسی طاقت و بینائی عطا فرمائے گا جس سے وہ دیدار الٰہی کر سکیں گے)۔ یہ مسئلہ اہل سنت نے قرآن و حدیث کی بعض نصوص سے ماخوذ کیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَجُودَ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (سورۃ قیامتہ آیت: ۲۲، ۲۳)

”مومنوں کے چہرے اس روز خوشگوار ہوں گے اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔“

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ((انکم سترون ربکم کما ترون ہذا وکان ناظر الی القمر لاتضامون فی روبرہ)) ”آپ نے چاند کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ تم روز قیامت اس چاند کی طرح اپنے رب کو دیکھو گے اور اپنے رب کو دیکھنے کے لئے تم کوئی بھی نہ لگاؤ گے“ (یعنی جس طرح ہم اپنے مقام پر چاند کو دیکھ سکتے ہیں ایسے ہی ہر شخص اپنی جگہ سے ہی دیدار باری تعالیٰ کرے گا۔)

ابن حزمؒ کے اس کلام کے باوجود معتزلہ کی تکفیر نہیں کی جاتی جو رویت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔

کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی ایسی تعبیر دتا و تویل کرتے ہیں جو انکی رائے کو تقویت پہنچاتی ہے جیسا کہ انکی دلیل ہے ﴿لَا تُنذِرُ كُنْهُ الْبَصَارِ وَهُوَ يُنذِرُ كُنْهُ الْبَصَارِ﴾ (سورۃ الانعام آیت: ۱۰۳) ”اسکو کوئی نگاہ نہیں پاسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط کرنے والا ہے“ (لیکن علماء بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق دنیا میں دیکھنے سے ہے یعنی دنیا میں اسے کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔)

لیکن ان مسائل کے باوجود فرقوں کے متعلق لکھنے والوں نے انکو مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں شمار کیا ہے۔

مشہور مؤرخ بغدادی لکھتے ہیں ”قدریہ“ فرقہ حق سے دور ہو چکا ہے انکے مزید 20 ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ ان کے نام لکھنے کے بعد ذکر کرتے ہیں۔ ان میں صرف دو فرقے حبابیہ اور حمارۃ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ یہاں پر مؤرخ بغدادی نے معتزلہ کے بقیہ تمام فرقوں کو اسلامی فرقے قرار دیا ہے۔ باوجود اس امر کہ وہ بالاتفاق دیدار الہی کے منکر ہیں۔

ابن حزمؒ الحلی میں مسئلہ 39 کے تحت رقم طراز ہیں عذاب قبر حق ہے اور اسی طرح بعد از موت روحوں سے فرشتوں کا سوال وجواب بھی برحق ہے اور کوئی بھی شخص اپنی موت کے بعد قیامت تک زندہ نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ صحیح مسلم میں بروایت براء بن عازبؓ سے ”رسول اللہ ﷺ کا فرمان منقول ہے کہ“

يَا بَيْتُ ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (سورۃ سیدنا ابراہیم آیت: ۲۷)

”جو لوگ ایمان لاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ مضبوط بات کے ساتھ قائم رکھتا ہے۔“

یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مرنے والے سے قبر میں سوال کیا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور میرا دین اسلام ہے۔ امام بغدادی عقائد اہل سنت کے رکن نمبر 11 میں لکھتے ہیں ”علماء اہل سنت کے نزدیک قبر میں مردے سے سوال وجواب ہوگا اور اہل عذاب کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ اور انہوں نے قطعی طور پر رائے بھی دی ہے کہ منکرین عذاب قبر کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ اور اسی طرح شفاعت کے منکرین کو اللہ تعالیٰ روز قیامت شفاعت سے محروم رکھے گا۔

لیکن علماء اہل سنت نے منکرین عذاب قبر کو تکفیر نہیں قرار دیا۔ حالانکہ دیگر کئی اقسام کے لوگوں کی تکفیر کی ہے۔

عقائد اہل سنت کے اصول میں اور جو غلطی الثبوت اصول ہیں ان تمام میں یہی قول کارفرما ہے۔ اگر ان اصول کے منکرین تاویل کرتے ہیں تو جب تک کوئی دلیل قائم نہ کی جائے انکو تکفیر نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر تمام ثبوت کے باوجود بغیر کسی تاویل و تعبیر کے انکار کریں تو تب ان کی تکفیر جائز ہوگی۔ کیونکہ وہ ثابت شدہ قطعی بات کے منکر ہو چکے ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ قاضی ابوبکر نے فرمایا۔ جنت کے وعدے اور جہنم کی وعید رویت باری تعالیٰ مخلوق، خلق افعال، اعراض کی بقاء، پیدائش کا نجات اور ایسے ہی دیگر فلسفیانہ اور منطقی مسائل میں تاویل کرنے والوں کی تکفیر کو منع کرنا زیادہ واضح ہے کیونکہ ان اصطلاحات سے جہالت اللہ تعالیٰ سے جہالت کے مترادف نہیں ہے۔ اور ان اصطلاحات سے جہالت پر تکفیر کرنے کے مسئلے پر مسلمانوں نے کبھی اجماع نہیں کیا ہے۔

غلط فہمیاں اور وضاحتیں

یہ علم ضرور ہونا چاہیے کہ جب اصولوں میں سے کوئی ایک ثابت ہو جائے تو تمام نصوص کو اس ثابت شدہ اصول کے تقاضوں کے مطابق کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ان تمام نصوص کو اس اصول کی روشنی میں سمجھنا چاہیے جن سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ نصوص اس اصول کے خلاف ہیں۔ یہ عمل کسی (حدیث یا نص) کے معانی کو ملتی یا تبدیل کرنے کی قسم میں سے نہیں ہے۔ اور ایسا بھی نہیں کہ کوئی مخصوص مفہوم فرض کر لیا گیا ہے۔ یا یہ اصول تمام نصوص کو دیکھنے سے قبل ہی وضع کر لیا گیا ہو۔ جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ فقہ کے اصول اور فہم سلیم کے قوانین ہی اس فکر اور اصول کو قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ کسی مخصوص اصول تک ابلاغ اور اسکو ثابت کرنا اسوقت تک ممکن نہیں جب تک شریعت کے بہت سے شواہد اس اصول کے ساتھ نہ ملائے جائیں جو اس اصول کو قائم کرنے والے ہوں۔ اور ایک ثابت شدہ قاعدہ قانون بنانے والے ہوں جسکے ذریعے تمام نصوص اور دیگر جزوی حوادث کو سمجھا جاسکے جب بھی کوئی ایک نص یا ایک واقعہ بظاہر اس اصول کی مخالفت کر رہا ہو تو اس نص یا واقعے کو اس اصول کی روشنی میں سمجھنا اور اسکے تقاضوں کے عین مطابق بنانا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کسی ایک نص یا واقعے کی ثابت شدہ اصول کی مخالفت کا مطلب ہے کہ یہ نص تمام ان نصوص میں قرآن وحدیث اور واقعات کے برعکس ہے جو اس اصول کو ثابت کر رہے ہیں اس اصول کو ان اختلافات کی بناء پر معطل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اختلافات اسوقت تک معتبر نہیں ہو سکتے جب بہت سے دلائل و شواہد مخالف معنوں میں نہ آئیں۔ اسی طرح مخالف نہ ہوں کہ ان دلائل سے ایک دوسرا اصول قائم ہو جائے جو پہلے اصول کی مخالفت کو تقویت پہنچائے۔ اسی متنازع حالت میں دونوں قسم کے دلائل و اصول کو آپس میں ملانا اور تطبیق دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اصول قابل ترجیح ہیں اور جمع تطبیق و دیگر اصولی قواعد کی اتباع میں ہوگی۔

اور جب کوئی ثابت شدہ اصول کسی نص (قرآن وحدیث) یا کسی فقیہ کے کلام کی مخالفت کر رہا ہو تو اس وقت توقف اختیار کریں گے اور ثابت شدہ اصول کے مشکوک ہونے کے بارے میں سوچنا ہوگا۔ اور ایسا کرنا صرف شرعی قواعد کے نزدیک درست ہوگا نہ کہ فہم مستقیم کے قواعد و ضوابط کے نزدیک اور ہم نے۔

اس تمہید کو صرف اس لیے ابتداء میں ذکر کیا ہے کہ تا کہ ہم بعد میں وارد شدہ شبہات کی وضاحت کر دیں۔ اور بعض ایسی وضاحتیں ذکر کر دیں جنکا اس مقام پر بیان کرنا ضروری تھا جو شبہات بعض لوگوں نے ثابت شدہ اصول پر کئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

- (1) وہ حدیث جس میں ایسے شخص کا ذکر ہے جس نے اپنی راکھ کو ہوا میں کھینچنے کی وصیت کی تھی۔
- (2) واقعہ ذات انواط اور دیگر ایسے جزوی مسائل جن کے متعلق بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ہمارے مقرر کردہ اصول کے منافی ہیں۔ مزید آپ اصل مقام پر دیکھ لیں گے۔ اور جو وضاحتیں ہم نے ذکر کی ہیں ان میں بعض فقہاء کے اقوال مذکور ہیں جو فقہاء کرام کی کتابوں اور رسائل سے اخذ کردہ ہیں۔ ان میں سے بعض اقوال ہمارے مقرر کردہ اصول کے برعکس ہیں۔ جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ابن حزمؒ اور شیخ قاسمیؒ کے اقوال ہیں جن کو ہم انشاء اللہ اگلے صفحات پر ذکر کر رہے ہیں۔

اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب کسی فقیہ یا امام کا اکثر کلام ثابت شدہ اصول کے عین مطابق ہو پھر اسی فقیہ یا امام کے بعض اقوال مخالفت کرنے والے نظر آئیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم متشابہ اور بظاہر مخالف نظر آنے والے اقوال کو ان موافقت کرنے والے اقوال پر محمول کریں جو اسی امام نے دیگر مقامات پر فرمائے ہیں۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو ہمارا یہ عمل امام موصوف پر متنازع اور باہم مختلف نظریات اختیار کرنے کی مترادف ہوگا۔ اور جب امام و فقیہ کے منہج و مسلک کو استقامت نظر سے دیکھا جائے تو ہم کو ایسی کوئی دلیل بھی نہیں ملتی۔ زیر نظر سطور میں تفصیلاً شبہات اور ایضاحات پیش کئے جا رہے ہیں۔

پہلی غلط فہمی: پہلی غلط فہمی درج ذیل حدیث کے متعلق ہے۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ایک شخص جس نے اپنی زندگی میں کوئی نیکی نہ کی تھی۔ وہ مرتے وقت اپنے گھر والوں سے کہنے لگا کہ اسکو جلا کر اسکی راکھ آدھی سمندر اور آدھی خشکی میں اڑا دی جائے۔ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو عذاب دینے پر قادر ہو گیا تو ایسا عذاب دیگا جیسا دنیا میں کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب وہ وصیت کرنے والا مر گیا تو اسکے گھر والوں نے اسکی وصیت کے مطابق یہ عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خشکی و سمندر سے اسکی راکھ کو جمع کر کے (اسکو اپنے حضور کھڑا کیا) اور پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ وہ کہنے لگا۔ اے اللہ تو جانتا ہے میں نے تجھ سے ذکر کیا یہ کام کیا ہے (اللہ تعالیٰ نے اسکے تقویٰ و خشیت کو قبول فرماتے ہوئے) اسکو معاف کر دیا۔

اشکال: بعض لوگوں کو اسی حدیث سے بظاہر اشکال نظر آیا ہے انکا اعتراض یہ ہے کہ یہ وصیت کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت سے جاہل تھا (یعنی کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کچھ بھی کرے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے ہر چیز پر قادر ہے اگر اسے عذاب دینا چاہے تو وہ کسی طرح بھی اس سے نہیں بچ سکتا ظاہراً کا یہ کرنا اس بات پر دال ہے کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس طرح وہ بچ جائیگا اور یہ کہ وہ اللہ کی اس مذکورہ صفت سے جاہل تھا)۔ اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسکو بخش دیا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی جہالت کے عذر کو قبول فرمالیا۔

ازالہ: اس اشکال کے چند ازالے درج ذیل ہیں۔ (و بالله التوفیق)

(اول) بعض علماء نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے اسکو ظاہری معنوں سے بدل کر مجازی معنوں میں قبول کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(1) بعض کے نزدیک وصیت کرنے والے شخص کا یہ قول مجازی کلام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کلام بدیع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شک اور یقین کا امتزاج ایک ہی کلام میں ہوتا ہے۔

علماء بلاغت نے اس کلام کا نام ”تجاہل عارفانہ“ رکھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَإِنَّا أَوْيَاكُمْ لَعَلِّي هُذًى فَوْفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (سورۃ سبا آیت: ۲۳)

”سنو! ہم یا تم یا تو یقیناً ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔“

اس کلام میں بظاہر شک ہے لیکن اس سے مراد یقین ہے۔

(2) بعض علماء نے یہ رائے دی ہے کہ اس شخص نے یہ وصیت اپنے نفس کی تحقیر و اہانت کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو سزا دینے کے لئے دی تھی کیونکہ وہ بڑا گنہگار تھا۔ اسکے دل میں امید کا دیار روشن تھا کہ

اس طرح اللہ اس پر رحم کرے گا۔ حالانکہ اسکو علم تھا کہ ایسی وصیت کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(3) بعض علماء کے نزدیک اس حدیث کو اللہ کی قدرت کے انکار پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اللہ کی قدرت میں شک و شبہ کرنا کفر ہے۔ حالانکہ اس حدیث کے آخری الفاظ ہیں ”اس نے یہ کام اللہ سے

ڈرتے ہوئے کیا“ کافر نہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور نہ ہی بخشش کا امیدوار ہوتا ہے۔

اس قسم کی تاویل کرنے والوں نے اس حدیث کی دو تاویلیں کی ہیں۔

(1) اس حدیث میں لفظ قدر کا مطلب قادر ہونا نہیں بلکہ فیصلہ کرنا ہے یعنی مطلب یوں ہوگا۔

اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب کا فیصلہ فرما دیا۔

(2) اس حدیث میں قدر کا مطلب تنگ کرنا، بند کرنا بھی ہے جیسا کہ۔

﴿فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ﴾ (سورۃ الفجر آیت: ۱۶)

”سو اس پر اسکا رزق تنگ کر دیا گیا“

اور دوسری آیت: ﴿فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت: ۸۷)

”سو اس نے یہ سمجھ لیا کہ ہم اسکو تنگ نہ کریں گے۔“

اگر یہ دونوں مفہوم مراد لئے جائیں تو اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔

(دوئم) مذکورہ بالا رائے کے برعکس بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام الفاظ ظاہری معنوں میں ہی لئے جائیں گے نہ کہ مجازی معنوں میں۔ لیکن یہ الفاظ جو وصیت کرنے والے کے منہ سے نکلے معلوم شدہ مقصد کے تحت نہ نکلے تھے۔ اور وہ نہ تو ایسا عقیدہ رکھتا تھا اور نہ ہی اسکا ایسا کوئی ارادہ تھا بلکہ اس نے یہ کلمات خوف و دہشت اور سخت تکلیف میں ادا کئے تھے ایسی حالت میں ہوش و حواس اور فہم و تدبیر نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں بھولنے کو غفلت کرنے کے معنوں میں لیا جائے گا یہ ایسی حالت ہے جو قابل گرفت نہیں ہے اسکی مثال بلغل اُس شخص کی مانند ہے جو تپتے صحرا میں اپنی گمشدہ سواری کو دیکھ کر خوشی کی شدت سے پکاراٹھتا ہے۔ اے اللہ! میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے، لیکن اس قول کی وجہ سے اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ بھولنے دہشت اور سخت جذبات میں کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔

(سوم) تیسری قسم کے علماء کے نزدیک اس حدیث کو بغیر کسی تاویل کے ظاہری معنوں میں لینا چاہیے وہ ظاہری معنی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ شخص اللہ کی صفات میں سے ایک صفت سے لاعلم اور جاہل تھا اور ہم جانتے ہیں کہ علماء نے صفات باری تعالیٰ سے جاہل رہنے والے کے کفر پر اختلافات کیے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انکو کافر قرار دینے والوں میں۔ ابن جریر طبری شامل ہیں۔ ابوالحسن الاشعریؒ کی ابتدائی رائے یہی تھی۔ دوسرے علماء جاہل صفات کو کافر قرار نہیں دیتے۔ ان کو ایمان کے نام لیواؤں سے خارج نہیں کرتے۔ مگر جو شخص صفات باری تعالیٰ کا انکار کرے تو اسکو کافر قرار دیا جائے گا الاشعری بھی اس قول کی طرف تھے۔ اور اسی قول پر ثابت رہے۔ کیونکہ جو شخص انکار صفات کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ درست رائے تو نہیں رکھتا مگر اسکو کافر نہیں کہا جائے گا۔ کافر صرف اس شخص کو کہیں گے جو انکار کا اعتقاد رکھتا ہو اور اپنی بات کو درست سمجھتا ہو ہمارا سوال اس مقام پر یہ ہے کہ، کیا وہ جہالت جو کلمہ اختلاف ہے۔

اس سے مراد کوئی کسی بھی صفت باری تعالیٰ سے یا بعض صفات (جو شریعت سے ثابت ہوں) سے جہالت ہے؟ ان میں سے کون سی جہالت مقصود ہے؟۔

جماعت علماء کے نزدیک بلاشبہ یہ بات تو واضح ہے کہ جہالت سے مقصود تو بعض صفات میں جاہل رہنا ہے۔ نہ کہ کسی بھی صفت سے مطلق جہالت مقصود ہے۔ تمام صفات سے جہالت مطلوب ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کوئی شخص اگر ان صفات پر جاہل ہو کہ ”اللہ زندہ ہے“، ”تہا ہے۔ خالق عالم ہے۔ تو کیا ان صفات سے جاہل کا عذر قبول کر لیا جائے گا؟ ان عظیم صفات سے جہالت کے بعد کونسا ایسا معبود ہے جسکی عبادت کی جائے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ وصیت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت سے ناواقف تھا۔

اس لئے اس کا عذر قبول کر لیا گیا تو ہم کہیں گے کہ وہ کیا بات تھی جس نے بہت سے علماء کو مجبور کر دیا کہ وہ اس حدیث کی تاویل کریں اور اس کے ظاہری الفاظ کو چھوڑ کر مجازی معانی بیان کریں اگر یہ مسئلہ اس قدر سادگی پر مبنی ہوتا تو تمام علماء صرف یہ کہنا کافی سمجھتے کہ وصیت کرنے والا چونکہ جاہل تھا اس باعث اس سے درگزر کیا گیا۔ اور مذکورہ تمام تاویلات سے بچ جاتے۔ مگر علماء نے دیکھا کہ یہ ایسا فیصلہ کن مسئلہ ہے جس کو ثابت شدہ قواعد و ضوابط سے متعارض ہونے سے نہیں بچایا جاسکتا۔ تو علماء پر ضروری ہو گیا کہ اس مسئلہ کو مقرر کردہ اصول کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے خاص طور پر اس حدیث کی مختلف توجیہات کی جاسکتی ہیں جو اس توجیہ کے علاوہ ہیں جو اصول سے مطابقت نہیں رکھتی۔

خلاصہ کلام: آخر کار ہم کہیں گے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ وصیت کرنے والا خطا کا ارتکاب کیا تو یہ گمان کر بیٹھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندگی نہ لوٹائے گا جب ہی اس نے کام کی وصیت کی۔ لیکن یہ بھی احادیث سے واضح ہے کہ وہ مشرک تھا۔ اس نے کبھی جہالت و نادانستگی میں بھی شرک نہ کیا تھا بلکہ وہ جانتا تھا کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی عبادت کا مستحق ہے تو اس کے اس گناہ کو معاف کر کے اس کے عذر کو قبول کر لیا گیا۔ وصیت کرنے والا تو حیدر پر قائم و دائم تھا اس نے عبادت کی کسی بھی صورت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تھا لہذا یہ بات درست نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ”شرک باللہ“ کے باوجود اس کی جہالت کے عذر کو قبول فرمایا۔

ایک جماعت علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ ”وصیت کرنے والا شخص زمانہ فترہ سے تعلق رکھتا تھا جب صرف توحید ہی کافی ہوتی ہے۔ شریعت کے نازل ہونے سے قبل دیگر کوئی احکامات نہ تھے۔ یہ مسئلہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ ”ایک آدھ صفت سے لاعلم ہونا ایک الگ چیز ہے اور موصوف (یعنی اللہ تعالیٰ) سے جاہل ہونا بالکل الگ مسئلہ ہے۔ اس کے بارے میں عز بن عبد السلام فرماتے ہیں ”امام اشعری علیہ الرحمۃ نے اہل قبلہ کو کافر قرار دینے کے مسئلے سے رجوع کر لیا تھا۔ کیونکہ صفات سے لاعلمی موصوفات سے جہالت کے برابر نہیں ہوتی۔ عبارات جدا جدا ہیں لیکن ان کا مشار الیہ ایک ہی ہے شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک مثال بھی ذکر کی ہے جو درج ذیل ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص اپنے غلاموں کو حکم لکھ کر بھیجتا ہے جس میں چند احکامات و ممنوعات کا بیان ہے غلام لوگ اپنے آقا کے وجود پر اتفاق کرتے ہیں لیکن اس کی صفات پر اختلافات کا شکار ہو جاتے ہیں کچھ کہتے ہیں وہ سیاہ چشم ہے کوئی اس کی آنکھوں کو نیلیوں اور کوئی بڑی بڑی کالی آنکھیں کہتا ہے۔ اسی طرح بعض اس کو درمیانے قد کا اور کچھ طویل القامت سمجھتے ہیں کچھ لوگ اس کو گورا چٹا کہتے اور کوئی اس کو کالا، کوئی اس کو سرخ، کوئی گندمی رنگ کا سمجھتا ہے۔ لیکن ان صفات میں اختلاف کے باوجود کوئی اپنے آقا کی اطاعت و بندگی میں اختلاف نہیں کرتا۔ اور یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ صفات کا اختلاف موصوف کے اختلاف جیسا ہے وہ خالق و مالک جو اطاعت و عبادت کا مستحق ہے۔ ایسے ہی کچھ لوگ اپنے باپ کی صفات میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس اتفاق کے باوجود کہ یہ باپ ان کی اصل بنیاد ہے جس (کے پانی سے وہ مغرض وجود میں آئے ہیں) لہذا ان کا اپنے باپ کی صفات میں اختلاف اپنے باپ کے وجود (جس سے انہوں نے نشو و نما پائی) کے مترادف نہیں بنتا۔

دوسری غلط فہمی:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے متعلق ہے کہ جو درج ذیل آیت میں موجود ہے۔ ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَبَّاقَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ إِلَّا

فَلَيْلٍ﴾

(سورة الانعام آیت: ۷۶)

”سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر رات چھا گئی تو آپ نے ستارے کو دیکھ کر فرمایا کہ ”ہَذَا رَبِّي“ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ ستارہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے کہ میں غائب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا (یعنی جو غائب ہو جائے وہ رب نہیں ہو سکتا) اور اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سورج و چاند کے متعلق بھی یہی فرمایا۔ اعتراض اس قول پر یہ ہے کہ اللہ کے یہ نبی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مبارکہ سے عاقل تھے پھر بھی نہ تو اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہی کسی شخص نے آپ کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیا۔؟؟

ازالہ:

اس غلط فہمی کا ازالہ ہم اللہ کی توفیق و عنایت سے کرتے ہیں۔

قاضی عیاضؒ انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں ”نبوت سے قبل انبیاء علیہم السلام کے معصوم عن الخطاء ہونے کے متعلق اختلاف موجود ہے لیکن درست رائے یہی ہے کہ انبیاء قبل از نبوت بھی اللہ تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ کے متعلق کسی بھی قسم کے شکوک سے معصوم تھے“ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سورج، چاند ستاروں کے بارے میں ”ہَذَا رَبِّي“ (کہ یہ میرا رب ہے) کہنے سے تم شکوک و شبہات کا شکار نہ ہو جانا کیونکہ اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ قول کم سنی کا ہے اور کم عمری میں نظر و استدلال کی قوت کی کمی کی وجہ سے احکام شریعت لاگو بھی نہیں ہوتے اس کے علاوہ بڑے بڑے بالغ نظر علماء و مفسرین نے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہ جملہ اپنی قوم کو سرزنش اور باز پرس کے طور پر ارشاد فرمایا تھا یہ ایک طرح کا استفہام انکاری ہے مراد یہ ہے کہ یہ سوالیہ جملہ ہے اس میں انکار پوشیدہ ہے یعنی ”ہَذَا رَبِّي“ یہ میرا رب ہے !! کیا میرا رب ایسا ہو سکتا ہے؟ (اس کا جواب ظاہر ابھی ہے کہ میرا رب ایسا نہیں ہو سکتا۔“

مفسر جانگ لکھتے ہیں ”ہَذَا رَبِّي“ سے مراد یہ ہے کہ ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارے کہنے کے مطابق یہ میرا رب ہے قرآن میں اس طرح کی ایک اور آیت موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”میرے شریک کہاں ہیں؟ یعنی اے مشرک! ”تمہارے نزدیک“ جو میرے شریک ہیں وہ کہاں ہیں؟

یہ تمام تفسیریں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس چاند سورج ستاروں کو کچھ نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہی انہوں نے ایک لمحہ بھر کے لئے شرک کیا تھا کیونکہ قرآن یہ گواہی دیتا ہے کہ

﴿اَذْقَالَ لَا يَبِيْهُ وَفَوْقُمَا تَعْبُدُوْنَ﴾ (سورة الشعراء آیت: ۷۰)

”جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟“

یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

دوسری آیت ہے کہ: ﴿اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۚ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ الْاَقْدَمُونَ ۚ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ الْاَرَبَ الْعَلَمِيْنَ﴾ (سورة الشعراء آیت: ۷۵، ۷۶، ۷۷)

”تم اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد جن (معبودوں) کی بھی عبادت کرتے ہو وہ میرے دشمن ہیں ماسوائے تمام جہانوں کے پروردگار کے“

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿اِذْ جَاءَ رَبُّهُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ (سورة الصافات آیت: ۸۳)

”جب (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) اپنے رب کے پاس (شرک سے) پاک دل کے ساتھ آئے۔“

اور قرآن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی مذکور ہے۔

﴿وَاَجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ (سورة سیدنا ابراہیم آیت: ۳۵)

”اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھنا۔“

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟

﴿لَعَنَ لَمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ﴾ (سورة الانعام آیت: ۷۷)

”اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔“

تو جواباً عرض ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے میری مدد نہ کی تو میں ان مشرکوں کی طرح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا“ آپ کا یہ قول شرک سے ڈرنے اور احتراز کرنے کے معنوں میں ہے۔“

وگر نہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام شرک سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معصوم تھے۔ اس اعتراض پر ایک دوسرا جواب بھی ہے وہ یہ کہ ”ضلال“ کا مطلب ہے اللہ کی عبادت کی کیفیت نہ جانا اور شریعت کے احکامات سے لاعلم ہونا ہے (اس معانی سے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔

”ضلال“ کا لفظ قرآن میں دوسرے مقام پر انہی معنوں میں آیا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو بطور احسان فرمایا ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾ (سورۃ الضحیٰ آیت: ۷) ”اور آپ کو گم کردہ راہ پایا تو ہدایت دی“

یعنی آپ قرآن اور شریعت سے لاعلم و بے خبر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہنمائی فرمادی!

تیسری غلط فہمی: تیسری بڑی غلط فہمی ”واقعہ ذات انواط“ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ واقعہ درج ذیل ہے۔

ابو واقد لیشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم کفر کو چھوڑ کر نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ مشرکوں کا مخصوص درخت تھا جس پر وہ اپنا اسلحہ لٹکاتے اور اعتکاف کرتے تھے اس کو ”ذات انواط“ کہا جاتا تھا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہمارے لئے بھی مشرکوں جیسا ایک ”ذات انواط“ بنا دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بات سن کر اللہ کی بڑائی بیان کی اور فرمایا بنی اسرائیل نے بھی اپنے نبی سے کہا تھا کہ ”ہمارے لئے بھی ایسا معبود بنا دو جیسا کہ ان (مشرکوں) کا ہے“ آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے نقش قدم پر ضرور چلو گے۔

(مسند احمد جلد ۵: ۲۱۸، ۳۴۰، مسند الحمیدی ۸۴۸، السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱: ۳۷، المكتب الإسلامی، دلائل النبوة لیبہقی ج ۵: ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ، صحیحہ لألبانی حدیث ۱۳۴۸)

(المکتب الاسلامی)

اس واقعہ کو بنیاد بنا کر معترضین کہتے ہیں ”یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جاہل اپنی جاہلیت کی بنا پر معذور ہوتا ہے جب تک اس پر کوئی حجت نہ قائم کر دی جائے۔ اس بنیاد سے دیکھا جائے تو حدیث مذکور میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ربوبیت اور الوہیت جیسی صفات سے لاعلم نظر آتے ہیں۔

ازالہ: معترضین کا یہ قول مردود ہے۔ اس قول کا باطل ہونا بالکل واضح ہے ہر اس شخص کے نزدیک جس کے پاس نصوص قرآن و حدیث کا ادنیٰ سا بھی علم ہے۔ نئے نئے اسلام لانے والوں کا رسول اللہ ﷺ سے ایسا مطالبہ کرنا کفار کی مشابہت کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس درخت کو مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا وہ صرف حصول برکت کے لئے تھا جس طرح مشرکین کرتے تھے۔ کسی ایک فعل میں کفار کی مشابہت ہر حالت میں کفار کی مشابہت کا تقاضہ نہیں کرتی۔ یہ بالکل وہی مسئلہ ہے جس کو امام شاطبیؒ نے بذات خود مسند حدیث کو نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے آپؐ فرماتے ہیں ”کفار کی اتباع کا تعین اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک عین بدعت و گمراہی کی پیروی نہ کی جائے۔ بعض لوگ ”اتباع عین“ کرتے ہیں اور بعض اتباع مشابہت کرتے ہیں۔ اتباع عین پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے حتیٰ کہ اگر کوئی (یہودی عیاش) سانڈے کے بل میں گھس گیا تو تم ضرور اس کے پیچھے اس میں داخل ہو گے۔

(ابن ماجہ ۳۹۹، مسند احمد ۲: ۴۵۰، ۵۱۱، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ۴: ۳۸۹، بیروت، المعجم الكبير لطبرانی ۶: ۲۲۹، طبعة العراق، فتح الباری لابن حجر ۱۳:

۳۰۰، طبعة دار الفکر، مستدرک الحاکم ۱: ۳۷، تصویر بیروت، حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ اسی معنی میں مزید کیلیے دیکھیے۔ موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف اعداد

ابو ہاجر محمد السعید بن بسینونی زغلول۔ حرف ل۔ ص ۵۶۸، طبعة عالم التراث بیروت)

اور اتباع مشابہت پر واقعہ ”ذات انواط“ دلالت کرتا ہے کیونکہ ”ذات انواط“ کو مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنانے کے مشابہ ہے نہ کہ بنفس نفس غیر اللہ کو معبود بنانے کے مترادف ہے۔ سچان اللہ کیا یہ معترضین امام شاطبیؒ کی تشریح کی آخری سطروں کو نہیں پڑھتے آپؐ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل کو مشابہت کے باب میں رکھا ہے نہ کہ بنفس نفس فعل کے باب میں اگر یہ فعل واقعی شرک ہوتا تو اس قول یا دوسرے کسی قول کی وجہ سے ان کے کفر میں شک و شبہ نہ ہوتا۔ یہاں پر مشابہت بدعت و معصیت کے معنوں میں ہے نہ کہ کفر کا تقاضہ کرتی ہے۔

مذکورہ بالا رائے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس حدیث پر تعلق کے بالکل عین مطابق ہے آپؐ لکھتے ہیں نبی ﷺ نے درخت کے اعتکاف اور اسلحہ لٹکانے سے جو کفار کی مشابہت پیش آتی اس سے منع فرمایا تھا تو بتائیے جو بڑھ چڑھ کر مشرکین کی مشابہت کرتے ہیں کیا وہ شرک عین نہیں کرتے۔

امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس فعل کو بدعت قرار دیا ہے جس سے کفر لازم نہیں آتا اپنے اس فعل کو شرک قرار نہیں دیا جو جہالت میں سرزد ہو گیا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو قبول کر لیا ہو یہ فکر و نظر ہمارے بڑے ائمہ کرام کی تھی۔ بھلا ہمارا اس شخص سے کیا غرض ہے جسکی فہم و فراست اسکی دنیاوی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہوں۔

چوتھی غلط فہمی: یہ غلط فہمی سورۃ مائدہ کی ایک آیت کے بارے میں ہے جس میں علیؑ کے حواریوں کا قول مذکور ہے وہ آیت درج ذیل ہے۔

﴿إِذْ قَالَ الْحَوَارِثُونَ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ المائدہ آیت: ۱۱۳)

”وہ وقت یاد کے قابل ہے جب حواریوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمائے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔“ اس آیت کے مفہوم پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حواریوں کا (جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف بیان کی) عیسیٰ علیہ السلام کی بات کہنا ان کی جہالت کی علامت بیان کرتا ہے انہوں نے کہا ”کیا تیرا رب ایسا کر سکتا ہے ان کے اس قول نے ان کا ایمان باطل نہیں کیا؟۔“

ازالہ: دراصل اس آیت کی دو قراتیں ہیں۔

(۱) پہلی قرات ہے ”هَلْ يَسْتَطِيعُ رُبُّكَ“ یہ قرات امام کسائی علی بن ابی طالب ؑ، عائشہ ؓ، ابن عباس ؓ، معاذ ؓ اور صحابہ ؓ کی ایک جماعت سے منقول ہے اس کے علاوہ سعید بن جبیر ؓ کا بھی یہی قول ہے۔

(۲) دوسری قرات ہے ”هَلْ يَسْتَطِيعُ“ اور یہی قرات موجودہ قرآن میں مذکور ہے دونوں قراتیں صحیح ہیں۔

جس نے پہلی قرات کو ترجیح دی ہے تو اس کے نزدیک کوئی اشکال باقی نہ رہا کیونکہ پہلی قرات کے مطابق معانی یہ ہونگے ”کیا اگر آپ سوال کریں گے تو آپ کا رب دے گا“؟ یعنی کیا آپ کی درخواست کو قبول کر لیا جائے گا؟ مفسر قرآن ؒ کا بھی یہی قول اور جو آئمہ دوسری قرات کو لیتے ہیں تو وہ اپنی فہم و فراست سے اس آیت کی ایسی تاویل کرتے ہیں (یاد رہے کہ وہ تاویل جو دلیل کے ساتھ ہو تفسیر کہلاتی ہے) جس سے اللہ کی قدرت سے جاہل رہنے کی وجہ سے منسوب شدہ کفر سے حواری بری ہو جائیں اور یہ تاویل تقریباً تمام مفسرین نے کی ہے چند ایک بطور مثال درج ذیل ہیں۔

امام قرطبی ؒ لکھتے ہیں یہ اعتراض کہ حواریوں نے قدرت الہی میں شک ظاہر کیا ہے میرا خیال ہے یہ اعتراض محل نظر ہے کیونکہ حواری انبیاء کے مخلص اور قرابتی ساتھی تھے جیسا کہ ان کا قول قرآن میں مذکور ہے۔ ﴿قَالَ الْخَوَارِثُ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾ (سورۃ ال عمران آیت: ۵۴)

”حواری بولے کہ اللہ کے کلمہ میں ہم مددگار ہیں۔“

اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ انبیاء ؑ اللہ کی معرفت کا علم لائے تھے حواریوں کے لئے کیا واجب ہے کیا جائز ہے اور کیا چیز منع کر دی گئی ہے اس کا علم بھی لائے تھے دوسری بات یہ ہے انبیاء ؑ نے یہ دعوت کی تبلیغ بھی کی تھی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معرفت الہی سے ان کے مخصوص اور قرابتی لوگ جاہل رہ گئے؟ یہاں تک کہ انہیں قدرت الہی کا بھی صحیح علم نہ ہو سکا؟

مفسرین قرطبی مزید لکھتے ہیں ”یقیناً حواریوں نے قدرت باری تعالیٰ میں شک نہیں کیا کیونکہ وہ مومن عالم اور معرفت الہی رکھنے والے تھے ان کے قول کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے ”کیا فلاں شخص یہ دے سکتا ہے“ حالانکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کام کی استطاعت رکھتا ہے حواریین عیسیٰ ؑ عقل و نظر اور دلالت کے اعتبار سے جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر کام کی استطاعت رکھتا ہے مگر وہ پھر بھی اپنی آنکھوں سے معائنہ کرنا چاہتے تھے جیسا کہ سیدنا ابراہیم ؑ اپنے تمام تر ایمان کے باوجود فرماتے ہیں۔

﴿رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُخْرِجُ الْمَوْتَى﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: ۲۶۰)

”اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔“

مفسر قرطبی نے اس تاویل کو بہتر قرار دیا ہے آپ لکھتے ہیں اس سے بھی احسن تفسیر یہ ہے کہ یہ قول حواریوں کا نہیں بلکہ ان کے ساتھ موجود دیگر افراد کا قول تھا جو حواری تو نہیں مگر ان کے ساتھ ضرور موجود تھے مفسر قرطبی ابن حصار ؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ”حواریوں کا عیسیٰ ؑ کو ایسی بات کہنا استطاعت باری تعالیٰ میں شک کی بنا پر نہ تھا بلکہ یہ تو سوال میں نرمی اور ادب و احترام کے لئے تھا۔ حواری عیسیٰ ؑ پر ایمان لانے والوں میں سب سے بہتر لوگ تھے ان کے بارے میں یہ گمان کیسے کر لیا جائے کہ وہ ہر چیز پر قدرت الہی سے جاہل تھے کیا یہ ممکن ہے؟؟؟

مفسر قرطبی سیدہ عائشہ ؓ اور امام جہاد کا قول ”هَلْ يَسْتَطِيعُ رُبُّكَ“ کے بارے میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں تو م عیسیٰ ؑ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خوب علم رکھنے والی تھی ان کے بارے میں یہ تصور کرنا ناممکن ہے کہ وہ ایسا کہیں گے اور وہ قدرت الہی میں شک کریں گے بلکہ انہوں نے کہا تھا ”هَلْ يَسْتَطِيعُ رُبُّكَ“ مطلب ہے اگر آپ سوال کریں گے تو کیا آپ کا رب سوال کو قبول کر لے گا۔

سیدنا معاذ بن جبل ؓ نے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی بار ہمیں یہ آیت ”هَلْ يَسْتَطِيعُ“ کے ساتھ پڑھائی تھی۔ مفسر جاج اس آیت کا معنی یوں لکھتے ہیں ”کیا آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو آپ اپنے رب سے مانگیں گے عطا ہوگا“ دوسرا معنی یوں کیا گیا ہے ”کیا آپ اپنے رب کو پکارا اور اس سے مانگ سکتے ہیں“ (یعنی کیا آپ ہماری خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایسا کر سکتے ہیں۔) مفسر طبری ؒ ”مجمع البیان“ میں لکھتے ہیں اس آیت کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) ایک معنی یہ ہوگا ”کیا آپ کا رب آپ کے سوال کی صداقت کو مانتے ہوئے ایسا کرے گا“ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ لوگ قدرت الہی میں شک کرتے تھے بلکہ وہ تو عارف و مومن تھے۔

(۲) دوسرا معنی یہ ہوگا ”کیا تیرا رب یہ مقدور میں کرے گا“ یہ بات انہوں نے معرفت الہی میں مستحکم ہونے سے قبل اپنے ابتدائی زمانہ اسلام میں کی تھی۔

(۳) تیسرا معنی یہ ہوگا کیا تیرا رب تیرے سوال کو قبول فرمائے گا مفسر سدی ؒ بھی یہی معانی بیان کرتے ہیں۔

مفسر جاج قلم طراز ہیں ”اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قول بطور تسلی دل اور اپنی ثابت قدمی کو مزید پختہ کرنے کے لئے تھا“ جس طرح سیدنا ابراہیم ؑ نے فرمایا۔

﴿رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُخْرِجُ الْمَوْتَى﴾

”اے میرے رب مجھے دکھا تو کیسے مردوں کو زندہ کرے گا۔“ (سورۃ البقرۃ آیت: ۲۶۰)

مفسر نیساوری ؒ اپنی تفسیر میں قلم طراز ہیں ”قرأت“ ”تا“ ”تسطیع“ کے مطابق تو معانی درست ہیں مراد یہ ہوگا کیا آپ اپنے رب سے سوال کر سکتے ہیں۔ یعنی آپ اپنے سوال کو بغیر کسی رد و بدل کے پیش کر سکتے

ہیں لیکن جو لوگ یا کے ساتھ پہنچ پڑتے ہیں تو ہر معنی میں اشکال پیدا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا وہ ایمان لائے تھے۔ ایمان کے ساتھ اللہ کی قدرت میں اس شک کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس شبہ کے بعض جوابات دیئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

- (1) حواریوں کے متعلق جو ایمان کا بیان کیا جا رہا ہے وہ ایمان ابھی تک اپنے کمال و خلاص تک نہ پہنچا تھا۔
- (2) یا وہ حواری مزید یقین اور اطمینان چاہتے تھے اسی باعث انہوں نے کہا ”تا کہ ہمارے دل مطمئن ہو جائیں۔“
- (3) یا وہ حواری اس کا علم چاہتے تھے کہ حکمت کے لحاظ سے ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں۔
- (4) مفسر سدی کہتے ہیں اس لفظ میں ”سین“ زائد ہے یعنی لفظ ہے ”بطیع ربک“ مطلب کیا تیرا رب عطا کرے گا!
- (5) شاید لفظ ”رب“ سے مراد جبریل علیہ السلام ہو۔ کیونکہ وہ بھی تو ان کی تربیت (عربی لغت میں رب ”مربی“ یعنی تربیت کرنے والے کیلئے مستعمل ہے) کرنے والوں میں سے تھے۔
- (6) یا یہ استفہامیہ جملہ ہے یعنی قدرت الہی تو ایک واضح معاملہ ہے کوئی عاقل اس میں شک کر ہی نہیں سکتا یعنی کوئی یہ کہے ”کیا بادشاہ اس فقیر کو کھانا کھلا سکتا ہے؟“ مفسر طوسی نے بھی بعینہ نیسا بوری ایسی تفسیر نقل کی ہے۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ”حواریوں کا ایسا کہنا ان کے معرفت و قدرت الہی کے علم کی نفی کر رہا ہے کیونکہ اگر وہ جانتے اور علم رکھتے تو ایسا ہرگز نہ کہتے۔ کیونکہ کسی مؤمن کو ایسا کہنا زینب نہیں دیتا امام حلبی نے اس قول پر تنقید کی ہے کیونکہ اجماع امت کے برعکس ہے۔“

ابن عطیہ لکھتے ہیں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان کے مؤمن ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”تم میں جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا“ (سورۃ المائدہ آیت: ۱۱۵) اس فرمان سے بھی ان کے مؤمن ہونے کی تائید ہوتی ہے ایمان کی صفت ان کے غلط ہونے کی نفی کرتی ہے اور دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مؤمنوں کو حواریوں کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کے طریقے کی اقتداء کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ فرمان ہے۔

﴿كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾ (سورۃ الصف آیت: ۱۴)

”اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے حواریوں سے کہا میری مدد کرنے والا کون کون ہے حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں“ اور رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرماتے ہوئے بیان کیا۔

”بے شک ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہے“

(مسند احمد ج ۱: ۸۹، ۱۰۲، ج ۳: ۴۵، بغوی ج ۱: ۱۵۳، فتح الباری لابن حجر ج ۷: ۶۰، ۸۰، ۴، شرح السنۃ للبیہقی ج ۴: ۲۲۲، المکتب الاسلامی، السنہ لابن ابی عاصم ج ۲: ۶۱۰، ۶۱۱، المکتب الاسلامی، البدایہ والنہایۃ لابن کثیر ج ۱: ۸۹، ۱۰۲، السلسلۃ الصحیحۃ الا لبانی ۱۸۷۷)

اس کے علاوہ بھی اس آیت کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں (جو گزشتہ صفحات پر تفصیل سے موجود ہیں) اور ہم مذکور بالا تمام جوابات سے یہ سمجھ چکے ہیں کہ جو بھی اس آیت کو ”بطیع“ پڑھے گا تو اس کے معانی کو مختلف توجیہات سے بدل دے گا۔ اس کی تاویل کرنے پر تمام مفسرین کا اجماع موجود ہے۔ حواریوں کی جہالت اور لاعلمی کا جو قول ہے وہ مفسر حلبی کے مطابق اجماع امت کے برعکس ہے اس لئے وہ قابل قبول نہیں ہے ہمیں نہیں معلوم بلکہ تعجب ہے کہ معترضین کیوں ایک خلاف اجماع قول کو اختیار کر رہے ہیں؟؟؟

پانچویں غلط فہمی: پانچویں غلط فہمی منہاجی منہاجی کی ایک روایت کے متعلق ہے جو درج ذیل ہے ”سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! شرک سے ڈرو کیونکہ یہ چیز جوئی کی آہٹ سے بھی پوشیدہ ہوتا ہے (اس کے بعد آپ ﷺ نے مزید بیان فرمایا) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا جو چیز جوئی کی آہٹ سے بھی پوشیدہ ہے ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں۔“

تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگا کرو۔

((اللهم انا نعوذ بك شيئا نعلمه ونستغفرك لما لا نعلمه))

”اے اللہ ہم اس شرک سے جس کو جانتے ہوئے کرتے ہیں تیری پناہ چاہتے ہیں اور جس شرک کو ہم نہیں جانتے اس کی معافی کے درخواست گار ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر ج ۴: ۴۴، ۳، التاريخ الكبير للإمام البخاری ج ۹: ۵۸، تصویب بیروت، الترغیب والترہیب للمذہبی ج ۱: ۷۶، طبعة مصطفى الحلبي، الدر المنثور

لسبوی ج ۴: ۵۷، التحاف السادة المتقين لزبيدي ج ۸: ۲۸۱، اسی معنی میں مختلف الفاظ کے ساتھ دیکھیے: تفسیر القرطبی ج ۱: ۷۲، مسند احمد ج ۴: ۴۰۳، عمل اليوم واللیلۃ لابن

السنی ج ۲۸، طبع الهند، الادب المفرد للإمام البخاری ج ۱۶، مکتبہ السلفیہ، التحاف السادة المتقين لزبيدي ج ۲: ۲۷۳، ۲۸۱)

اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ یہاں رسول ﷺ خود تعلیم فرما رہے ہیں کہ شرک دو اقسام کا ہوتا ہے ایک جو معلوم شدہ ہے دوسرا جو پوشیدہ خفیہ شرک ہے لہذا یہ درست ہوا کہ خفیہ شرک سے اہل علم رہنے والا معذور ہے۔

ازالہ: اس شبے کا جواب یہ ہے کہ ہمارا تمہارا اتفاق ہو گیا ہے کہ شرک کی دو اقسام ہیں ایک شرک اکبر جو حقیقی طور مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے دوسرا شرک اصغر جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور ہم اس بحث میں شرک اکبر کے متعلق کلام کر رہے ہیں اس حدیث سے معترضین کا استدلال شرک اصغر کے متعلق ہے جس سے بعض اوقات انسان لاعلم بھی رہ جاتا ہے اگرچہ اس کا علم ضروری ہے لہذا یہ اعتراض غیر مناسب اور غیر موزوں ہے۔

چند وضاحتیں !

(اول) زیر نظر سطور میں ابن حزمؒ کے کلام کی وضاحت کی جا رہی ہے آپ لکھتے ہیں ”اسی طرح جو شخص یہ کہے کہ رب کا ”جسم“ ہے یا تو وہ شخص تاویل کر رہا ہوگا یا وہ معذور ہوگا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اس کو تعلیم دینا ضروری ہے لیکن اگر اس کو قرآن وحدیث کی تمام دلیلیں دی جائیں اور پھر وہ سرکشی وعناد کرتے ہوئے انکار کر دے تو وہ کافر ہوگا اس پر ارتداد کا حکم لگایا جائے گا۔

وضاحت! سابقہ صفحات پر یہ زیر چکا ہے کہ بعض صفات باری تعالیٰ میں جہالت کی وجہ سے کفر کا حکم لگانے پر ہر ائمہ کے مابین اختلاف رائے موجود ہے بعض ائمہ ایسے ہیں جو صفات باری تعالیٰ کے جاہل رہنے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں جیسے طبریؒ اور اشعریؒ (اپنے ایک قول کے مطابق) اور بعض ائمہ ایسے بھی ہیں جو ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے ہیں جیسے اشعریؒ اپنے دوسرے قول کے مطابق یہ موضوع ہمارے مسئلے کے تقاضوں سے باہر ہے ہماری بحث تو اسلام کے بنیادی تقاضے، توحید کے متعلق ہے کیا کوئی توحید سے جہالت برتنے والا معذور ہوگا؟ اس کو کفر میں ملوث ہونے کے باوجود مسلمان تصور کیا جائے گا؟؟ اسی طرح ابن حزمؒ کا یہ مذکورہ بالا قول ہے یہ ایک ایسی صفت کے بارے میں ہے جو صرف دلیل شرعی سے ہی معلوم کی جاسکتی ہے یہ ناممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جسم کی صفت کو منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے (مخلوق کی مشابہت سے منزہ و پاک ہونے کے باوجود) ہاتھ ہیں مگر ہمارے ہاتھ جیسے نہیں اللہ کی آنکھیں ہیں نفس ہے مگر ہمارے جیسے نہیں اسی طرح عقل اس بات سے بھی نہیں روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہو جو ہمارے جسم جیسا نہ ہو!!! لیکن شریعت میں جہاں دیگر صفات کا ذکر ہے وہاں ”جسم“ کی صفت کا تذکرہ نہیں ہے۔ جس طرح ذات باری تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صفت جسمت کی نفی کی جائے لہذا یہ ضروری ہے کہ کسی منکر یا سرکش پر کفر کا فتویٰ لگانے سے قبل اس کو تبلیغ کی جائے کہ شریعت میں ایسی صفات کی نفی وارد ہوئی ہے دراصل ابن حزم نے ایسے لوگوں کا رد فرمایا ہے جو متاویلین (متاویلین یعنی تاویل کرنے والے) اہل اسلام کو اس آیت سے دلیل پکڑتے ہوئے کافر قرار دیتے ہیں وہ آیت درج ذیل ہے۔

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۚ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (سورۃ الکہف آیت: ۱۰۳، ۱۰۴)

”اے نبی ﷺ فرما دیجیے: اگر تم کہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ کون خسارے میں ہے؟ وہ لوگ ہیں کہ جن کی زندگی کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔“

اسی آیت کے ذیل میں ابن حزمؒ لکھتے ہیں اگر یہ آیت تاویل کرنے والے حملہ مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ تمہارا نظریہ ہے تو اس ضمن میں تو تمام ایسے لوگ جو فتاویٰ میں تاویل و تعبیر کرتے ہوئے غلطی کا شکار ہوئے ہیں شامل ہو جائیں گے بلکہ اس آیت سے تو تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی (معاذ اللہ) کفر لازم آتا ہے جو اختلاف رائے کا شکار ہوئے ”جو لوگ بھی تاویل کرنے والوں کو ان کے اقوال کی وجہ سے کافر کہتے ہیں چوں کہ انکی تاویل سے بظاہر کفر معلوم ہوتا ہے تو وہ غلطی پر ہیں کیونکہ یہ ان پر چھوٹا ہے اور بے بنیاد افتراء پر دازی ہے۔

یہ واضح ترین دلیل ہے کہ ابن حزمؒ کا یہ منافیہ ہمارے مسئلے سے تعلق نہیں رکھتا دراصل یہ مسئلہ تاویل کرنے والے مسلمانوں کو کافر قرار دینے کے بارے میں ہے یہ متاویلین دین کی اصل بنیاد، توحید پر تو اتفاق رائے رکھتے ہیں لیکن اعتقادی اصول یا دیگر احکام شریعت میں اختلاف رائے رکھتے ہیں ابن حزمؒ بذات خود دوسرے مقام پر بیان فرماتے ہیں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جس کو ان کے کسی قول یا بعض اعمال کی بناء پر کافر قرار دیا جاتا ہے حالانکہ وہ دل سے انکار ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کو تو خبر بھی نہیں ہوتی کہ انہوں نے کفر کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (سورۃ الحجرات آیت: ۲)

”اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور جس طرح تم آپس میں اونچی آواز سے بات کرتے ہو اسی طرح نبی (کے سامنے) آواز اونچی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو شعور بھی نہ ہو۔“

اس آیت کے ذیل میں ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمنین سے واضح طور پر خطاب فرمایا جا رہا ہے کہ اگر مؤمنین اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند کریں گے تو ان کے ایمان یکبارگی ضائع اور ان کے اعمال باطل ہو جائیں گے اس حال میں کہ ان کو شعور بھی نہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو کوئی شعور یا احساس بھی نہ ہوگا اگر وہ منکر ہوتے تو ان کو شعور ضرور ہوتا لہذا صحیح اور درست رائے بھی یہی ہے کہ بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جو کفر کا باعث اور ایمان کے ضائع ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اور بعض اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جو کفر کا باعث نہیں بنتے۔

ابن حزمؒ تا کید ایمان فرما رہے ہیں کہ کچھ کافر تو ایسے ہوتے ہیں جن کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کفر کر رہے ہیں فعل انہیں لوگوں سے سرزد ہو سکتا ہے جو اس امر سے جاہل ہوتے ہیں کہ ان کا یہ فعل کفر ہے اگر وہ جاہل نہ ہوتے تو لازمی بات ہے کہ ان کو شعور ہوتا (جن کو قرآن میں بے شعور کہا گیا ہے) صحیح قول یہی ہے کہ وہ اپنے فعل کے کفر یہ ہونے سے جاہل ہیں۔

ابن حزمؒ کے مذکورہ بالا سے یہ تقویت ملتی ہے کہ آپ کا مذکورہ قول مسئلہ توحید یا جہالت کی وجہ سے شرک اکبر میں ملوث ہوئے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ توصفات الہی سے جہالت کے متعلق بحث ہے کہ اس جاہل

کے بارے میں اسلام کا حکم کیا ہے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ ابن حزمؒ کے کلام سے بعض چیزیں نقل کر کے استدلال کرنا یا اعتراض کرنا درست نہیں بلکہ ضروری امر یہ ہے کہ ابن حزم کے تمام مختلف مواقع اور مختلف مباحث کے متعلق تمام اقوال و نظریات کا علم رکھا جائے تاکہ مکمل معرفت ہو سکے۔

وضاحت ثانی! دوسری اہم وضاحت مفسر قاسمیؒ کی تفسیر محاسن التأویل کے متعلق ہے پہلے ہم آیت اور اس میں قاسمیؒ کی تفسیر جو کثرت اختلاف ہے نقل کیے دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا ذُوْنُ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (سورة النساء آیت: ۱۱۶)

”اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کرنے کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا۔“

اس آیت کی تفسیر میں محترم قاسمیؒ قاضی ابی بکر بن العربی المالکی کا قول نقل کرتے ہیں ”اس آیت کے جاہل اور خطا کار اگر کفریہ اور شرکیہ عمل بھی کرتے ہوں تو بھی ان کو کافرا یا مشرک نہیں کہا جائے گا بلکہ ان کو جہل اور خطا کی بناء پر معذور سمجھا جائے گا حتیٰ کہ ان کو دلائل و براہین کے ذریعے ان احکام اسلام کے متعلق ضروری اور قطعی واضح معلومات نہ دے دی جائیں جن کو ترک کرنے سے کفر لازم آتا ہے اور جب تک وہ جاہل دین اسلام کے ضروری قطعی اور اجتماعی احکامات بغیر کسی غور و فکر کے تمام مسلمانوں میں معلوم شدہ احکامات کا انکار نہ کر دیں ان کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔“

حق بات تو یہ ہے کہ جس کسی نے قاسمیؒ کے کلام کو اس کی تفسیر میں صحیح طریقے سے پڑھا ہے اور اس موضوع سے متعلق امام ابن العربیؒ، ابن القیمؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے نقل کردہ کلام کو بطریق احسن سمجھا ہے اور وہ اقسام جہالت سے اچھی طرح واقف ہے تو وہ با آسانی اس قول کو بیان کرنے کی وجوہات سے باخبر ہو جائے گا جس طرح ہم ذیل میں (انشاء اللہ) بیان کریں گے۔

مفسر قاسمیؒ نے بذات خود تمہید کر دی ہے کہ وہ اپنے اس کلام میں شرک اکبر مراد نہیں لے رہے جو اسلام سے خروج کا سبب بنتا ہے بلکہ وہ ان گناہوں کے متعلق بحث کر رہے ہیں جن کو بطور تشدد شرک کہا گیا ہے آپ نے اپنی اس رائے کو امام بخاریؒ کے کلام سے ماخوذ کیا ہے مفسر قاسمیؒ رقم طراز ہیں ”حدیث میں جہاں کہیں بھی یہ الفاظ موجود ہیں کہ ”جس نے ایسا کیا وہ مشرک ہے یا جس نے یہ کام کیا اس نے کفر کیا“ تو ان الفاظ سے مراد شرک اکبر یا ایسا کفر نہیں ہوتا جو اسلام سے خارج کر دیتا ہو اور مرتد بنا دیتا ہو امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں۔

”یہ باب کفران“، ”عشیر“ کے متعلق ہے یہاں پر کفر سے مراد چھوٹا کفر ہے۔“

اور قاضی ابوبکر بن العربیؒ (اپنی شرح) میں فرماتے ہیں جس طرح بعض نیکیوں کو ایمان کہا جاتا ہے اسی طرح بعض گناہ کو بھی کفر کہا جاتا ہے لیکن اس کفر سے مراد وہ کفر نہیں ہوتا جو اسلام سے خروج کا سبب بنتا ہے اور اسی طرح سے امت کا جاہل اور خطا کار بھی ہے۔ (آخر تک اس ابتدا کی وضاحت مذکور ہے)

سبحان اللہ! کیا یہ اس بارے میں واضح ترین بیان نہیں ہے کہ یہ قول صرف ان گناہوں کے متعلق ہے جن کو مجازاً بطور تنبیہ کفر یا شرک کہا گیا ہے اور یہ قول اس شرک اکبر مثلاً غیر اللہ کو بندگی کے لئے پکارنا بتوں کے حضور سجدہ ریز ہونا وغیرہ کے متعلق نہیں جو مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اسی طرح قاسمیؒ نے امام ابن القیمؒ کے کلام نقل کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ یہ بحث ان بدعتی فرقوں کے متعلق ہے جو اصول اسلام، توحید پر تو متفق ہیں لیکن بعض اصول شرعیہ میں اختلاف کرتے ہیں۔ (لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو قرآن و سنت کے واضح اور بین دلائل کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد بھی علماء کی ہم عبارتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں)

ابن القیمؒ بدعتی فرقوں کے متعلق رقم طراز ہیں: یہ فرقے اسلام کے بنیادی معاملات پر توافق کرتے ہیں لیکن بعض اصول میں اختلاف رائے کا شکار ہیں ان فرقوں میں خوارج، معتزلہ، روافض، قدریہ، جہمیہ، اور غلامہ المرجئة شامل ہیں بس ان میں بھی کئی اقسام ہیں ایک قسم اس جاہل مقلد کی ہے جس میں کوئی بصیرت نہیں۔ جب تک وہ راہ ہدایت کو معلوم کرنے پر قادر نہ ہو اس وقت تک اس کو نہ تو کافر کہا جائے گا اور نہ ہی فاسق اور اسکی گواہی کو بھی مسترد نہیں کیا جائے گا۔

لیجئے یہ ابن القیمؒ ہیں جو وضاحت فرما رہے ہیں کہ یہ بحث ان بدعتی لوگوں کے متعلق ہے جو اسلام کی بنیاد پر تو متفق ہیں لیکن اصول و ضوابط میں اختلاف رائے رکھتے ہیں اور گزشتہ صفحات پر ہم واضح کر چکے کہ بعض ائمہ اہلسنت کے نزدیک کچھ شرعی یا اعتقادی اصول ایسے ہیں جن سے لاعلم اور جاہل رہنے والے شخص کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک کوئی حجت اس پر قائم نہ ہو جائے۔

مثال کے طور پر جس طرح معتزلہ ہیں جو شفاعت، پل صراط اور میزان روز قیامت کے قائل نہیں ہے اور نظریہ خلق افعال (یہ معتزلہ اور اہل السنۃ کے مابین ایک مشہور تنازع ہے۔ معتزلہ کے نزدیک انسان اپنے افعال و اعمال میں آزاد ہے۔ یعنی وہ اپنے افعال کا خالق ہے جبکہ اہل السنۃ کے نزدیک حطر اللہ بندوں کا خالق ہے اسی طرح بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے یہاں بتایا گیا ہے کہ خلق افعال کے نظریہ میں معتزلہ ثبوت کے قائل ہیں) کے ثبوت کے قائل ہیں اس کے علاوہ دیگر کئی مخفی معاملات ہیں جو معتزلہ میں پائے جاتے ہیں مگر وہ عوام الناس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ ان مذکورہ بالا نظریات رکھنے والے شخص کے کفر میں اہل سنت کے مابین اختلافات پائے جاتے ہیں۔ امام ابن القیمؒ بڑے بڑے بدعتی فرقوں کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ان فرقوں کے مخصوص و متنازع افکار کے متعلق ان سے پوچھا جائے۔ ان سے ان کے دعووں کی دلیل طلب کی جائے بلکہ ان کے سامنے راہ ہدایت واضح کی جائے اور پھر بھی وہ اپنے نظریات پر ڈٹا رہے تو اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے ان نظریات رکھنے والوں میں سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ وہ فاسق ہیں لیکن ان کو کافر قرار دینا ایک اجتہادی رائے ہے (جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی)۔

اور یہی وہ صحیح نظریہ ہے جو امام شاطبیؒ نے ان بدعتی فرقوں کے متعلق مسئلہ تکفیر میں بحث کے دوران اپنایا ہے آپ ذکر کرتے ہیں ان فرقوں کو کافر قرار دینا ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس بارے میں ائمہ کا اختلاف موجود ہے خاص طور پر مفسر قاسمی صاحب کے ان اقوال پر غور کیجئے جو آپ نے موضوع کے متعلق بیان کیے ہیں ان کا کلام دلالت کرتا ہے کہ یہ پیش کردہ مسئلہ دراصل متاویلین اور 72 بدعتی فرقوں کے مسئلہ کفر کے متعلق اختلافات کے بارے میں ہے۔

امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں جو شخص دل سے رسول ﷺ اور قرآن پر ایمان لاتا ہو اور اس کے بعد اگر وہ بعض احکام کی غلط تاویل و تعبیر کرے اور اس تاویل کی طرف دعوت فکر بھی دے تو بھی اس کو کافر نہ کہا جائے گا“ (ذہن میں رہے کہ یہاں تاویل احکام میں ہے عقیدہ میں کیونکہ عقیدہ میں تاویل جائز نہیں)

امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ”خوارج اور دیگر فرقوں کے کفر کا مسئلہ شروع کرنے کے بعد لکھتے ہیں“ کفر اس وقت لاگو ہوتا ہے جب دین کے بنیادی مسائل یا متواتر اور متفق علیہ احکامات کا انکار کیا جائے۔“ لہذا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور وہ اسلام کا اظہار اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائیں گے اگرچہ وہ بعض ایسے قولی یا فعلی گناہوں کا مرتکب ہو جن پر (مجازاً بطور سختی) کفر یا شرک کا لفظ بولا گیا ہو۔

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں ”قرآن میں ہے کہ۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ الْإِوَاهُ مُمْشِرُونَ﴾ (سورۃ یوسف آیت: ۱۱۶)

”نہیں ایمان لاتے اکثر لوگ اللہ پر مگر وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ہونے کے باوجود شرک ہونے کا بیان فرمایا ہے لیکن اگر اس شرک کے ساتھ رسولوں کی تکذیب جیسا گناہ بھی شامل ہو جائے تو پھر ایمان کی موجودگی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اس طرح رسولوں کی تصدیق کے ساتھ ساتھ شرک اصغر ایسے کئی گناہ کا ارتکاب کیا جائے تو یہ گناہ اس کو رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان سے خارج نہیں کرتا لیکن ایسے گناہوں کے مرتکبین بڑی وعید کے مستحق ہونگے۔

امام غزالیؒ بیان فرماتے ہیں۔ میں تمہیں (تکفیر کے بارے میں) ایک ایسی واضح نشانی بتلاتا ہوں جو تمہیں درست نصب العین اپنانے پر مجبور کر دے گی۔ اس علامت کی وجہ سے مختلف فرقوں کو کافر قرار دینے اور اہل اسلام پر زبان درازی سے باز آ جائے گا وہ علامت وہ نشانی یہ ہے کہ جب تک وہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں اور اسکے برعکس کوئی کا جو اسلام سے خارج کرنا والا نہ کیا ہو (اس پر کفر کا فتویٰ نا لگایا جائے)۔

اے معترضین! اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ ائمہ کرام کے اقوال اور جن لوگوں کے بارے میں یہ اقوال ہیں ان پر غور فرمائے کہیں ایسا تو نہیں کہ آنکھ صرف من پسند لفظوں کو ہی پڑھتی ہے اور نا پسندیدہ اقوال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی گزشتہ بحث سے یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ قاسمیؒ کے کلام سے استدلال غیر موزوں اور غیر مناسب ہے۔

جس طرح واضح ہو گیا کہ امام ابن القیمؒ اور شاطبیؒ کے وارد کردہ کلام کے مطابق بدعت کے داعی حضرات کے کفر اور صحیح راستے کی تعلیم پر نہ قادر ہونے والے جاہل مقلدین کے معذور ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے اسی طرح جو اسلام کی بنیاد، توحید سے جاہل رہتا ہے اس کے کفر میں بھی کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

وضاحت ثالث! تیسرا بڑا مسئلہ امام صدیق حسن خان قنوجی مصنف روضۃ الندیۃ کے قول پر ہے۔ امام شوکانیؒ سے منقول ہے کہ۔

ان فرقوں کے مشرکانہ عقائد کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ فرقے طریقہ اسلام سے اپنی مخالفت کرنے سے جاہل ہیں (یعنی یہ فرقے جن عقائد باطلہ پر ہیں وہ عقائد یقیناً اسلام کے صریح مخالف ہیں لیکن یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے۔ کیونکہ یہ تو اپنے مسلکی پیشواؤں کے اندھے مقلد ہیں)۔ اور اس طرح ان کفریہ افعال کے ارتکاب کی بھی کوئی بڑی اہمیت نہیں ہے جو اسلام سے خارج ہونے کا سبب نہیں بنتے۔ اور کسی مسلم کا ایسا کلمہ کفر منہ سے نکالنا جو کفر پر دلالت کرے اس مسلم کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں جب مسلم اسکے معنی کا عقیدہ نہ رکھے۔ (روضۃ الندیۃ للعلامہ صدیق حسن خان کتاب الحدود باب بیان سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر)

وضاحت! ہم نے گزشتہ صفحات پر بار بار کہا ہے کہ بحث کرنے سے قبل ضروری ہے کہ فقہیہ کے قول کی طرف رجوع کیا جائے۔ تاکہ ہم فقہیہ کے مقصد ذکر کو سمجھ جائیں اور اسکے ماقبل اور مابعد کلام کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں۔ تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ دراصل یہ کس موضوع کی مناسبت سے بحث کی جا رہی ہے۔ جہالت کے جس موضوع پر بحث کی جا رہی ہے اس کا مقصد کیا ہے تاکہ نہ تو کلام کرنے والے پر ظلم ہو اور نہ ہی اس پر غلط قول منسوب کر کے اس پر وبال ڈالا جائے۔ اور نہ ہی جلد بازی اور غلط تعبیر سے غیر مقصود کلام کو سمجھ کر اپنے آپ پر ظلم کریں۔

اور جب ہم ایسا سب کچھ کریں گے تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ امام قنوجیؒ اس مقام پر کفر کبر کے متعلق بحث نہیں کر رہے۔ جس کا ارتکاب کسی بھی مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ بلکہ آپ تو ان گناہوں کے متعلق بحث فرما رہے ہیں جن پر احادیث میں کفر یا شرک کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ ایسے گناہ کبھی تو شرک اصغر ہوئے ہیں اور کبھی گناہ گاری کی کیفیت، نیت اور مقصد کے پیش نظر شرک اکبر گردانے جاتے ہیں۔ اور آپ تاویل کرنے والوں کے مسئلہ تکفیر پر بھی بحث فرما رہے۔

وگر نہ کسی مسلم کے نزدیک ایسے شخص کے کفر کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہونے پر کوئی شک و شبہ نہیں ہے چاہے وہ عالم ہو یا جاہل۔

ہم اپنے دعوے پر بطور دلیل امام صاحبؒ کے کلام کی نقل پیش کرتے ہیں۔ جو معترضہ کلام سے قبل اور بعد میں مذکور ہے۔ آپ معترضہ کلام سے گزشتہ صفحہ پر لکھتے ہیں۔ ”یہ جو بعض اہل علم کا قول ہے کہ تاویل کرنے والا مرتد کی طرح ہے تو اس قول پر آنسو بہانا اور اسلام اور مسلمانوں کی حالت زار پر ماتم کرنا چاہیے۔ کیونکہ بغیر قرآن و سنت کی کسی دلیل کے مسلمانوں پر کفر کے فتوے صادر کرنے کے سلسلے میں تعصب غالب ہو چکا ہے۔ بلکہ جب سے شیطان کی کارگزاری بڑھی ہے اور تعصب کی کڑاہی میں ابال آیا ہے اسی وقت سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ (روضۃ الندیۃ للعلامہ صدیق حسن خان کتاب الحدود) اپنے اس کلام کے بعد امام صاحبؒ نے قرآن و سنت کی دلیل یا اجماع امت کے بغیر کسی مسلمان کی رائے فکر یا تاویل کی وجہ سے اس کی تکفیر کرنے سے باز رکھنے پر مفصل کلام تحریر فرمایا ہے۔ پھر فوراً اسکے بعد مذکورہ بالا معترضہ کلام لکھتے ہیں۔ اور اس تنازع قول کے مابعد رقم طراز ہیں۔

اگر تم یہ کہو کہ احادیث میں تو اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانے پر کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ)) کے الفاظ کے ساتھ جامع ترمذی ۱۵۳۵، مسند احمد ج ۲: ۱۲۵، مستدرک الحاکم ج ۱: ۵۲، ۱۸، ۵۲، تصویر بیروت، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰: ۲۹، اور))

((فَقَدْ أَشْرَكَ)) کے الفاظ کے ساتھ، مسند احمد ج ۲: ۶۷، ۸۷، ۱۲۵، مشکل الآثار لطحاوی ج ۱: ۳۵۸، ۳۵۹، مشکوٰۃ المصابیح تبریزی ج ۱۹: ۳۴، فتح الباری لابن حجر العسقلانی

ج ۱: ۶۱، ۵۱، کنز العمال للمفتی الہندی ۶۳۲۸، موارد الظمان للہیثمی ۱۱۷۷، تفسیر ابن کثیر ج ۴: ۳۴۲، السلسلۃ الصحیحۃ للألبانی ج ۳: ۱۵۵)

”یا تم یہ کہو کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والے پر بھی کفر کا لفظ احادیث میں وارد ہوا ہے۔“

((مَنْ كَفَرَ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِأَحَدِهِمَا)) کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے (اگر وہ کافر ہے تو ٹھیک وگر نہ کافر کہنے والا) خود کافر ہو جائے گا بِأَحَدِهِمَا کے الفاظ کے

ساتھ ابو عوانہ ج: ۲، ۲۲، اور ((بِهَا أَحَدُهُمَا)) کے الفاظ کے ساتھ مسند احمد ج ۲: ۴۲، ۱، تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ج ۹: ۹۳)

یا خلاف شریعت عمل کرنے پر بھی کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے۔

((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))

”میرے بعد تم کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو“

((صحيح بخارى ج: ۱، ۴۱، ج: ۲، ۲۱، ج: ۵، ۲۲، ج: ۷، ۱۳، ج: ۸، ۴۸، ۹۸، ۱۰۳، ۶۳، ۶۳، ۱۶۳، صحيح مسلم كتاب الإيمان ب ۲۹ رقم ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳

بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور ایسے گناہ کے مرتکب کے کفر میں کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں رہتی۔“

مزید لکھتے ہیں۔

”نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا علماء کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ہے وہ تو یہ بھی کرے تو قتل کی سزا ساقط نہ ہوگی۔“

امام شوکانی علیہ الرحمہ نے بذات خود اپنے بعض رسائل میں اپنے دور کے اکثر اہل یمن پر کفر اور اسلام سے مرتد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ آپ اپنے دلائل بایں طور پر ذکر فرماتے ہیں۔
معلم شریعت ﷺ کا فرمان ہے۔ ”آدمی اور کفر کے درمیان فرق نماز ہے“ لہذا تا کہ یمن صلوٰۃ کافر ہوئے۔

(سنن دارمی ج ۱: ۲۸۰، ابو عوانہ ج ۱: ۶۱، سنن دارقطنی ج ۲: ۵۳، کنز المعال ۱۹۰۹۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳: ۳۶۶، الترغیب والزہیب ج ۱: ۳۷۸، المتہید لابن

عبدالبرج ج ۴: ۲۲۷، مسند الربیع بن حبیب ج ۱: ۶۱ طبعہ ”تصویر“ مکتبہ الثقافہ تفصیل کیلئے موسوع اطراف الحدیث ج ۶ ص ۳۸ دار الفکر)

اور اس حکم میں وہ نمازی بھی شامل ہیں جو نہ تو ارکان نماز صحیح طور پر ادا کرتے ہیں اور نہ ہی ازکار نماز (دعائیں، قرأت قرآن) کو مکمل طور پر ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز اہم ترین فریض ہے۔ فرض کرنے والی ذات نے اسکو تاکید کے ساتھ فرض قرار دیا ہے۔ اور لوگ بھی جانتے ہیں کہ نماز ارکان اور ازکار کے بغیر صحیح ادا نہیں ہوتی۔

امام شوکانی مزید لکھتے ہیں۔ ”عوام الناس میں بہت سے لوگ کفر یہ الفاظ اپنے منہ سے نکالتے رہتے ہیں مثلاً۔ وہ ایسے کرے گا تو یہودی بن جائے گا۔ اسکو یہ کام کرنا چاہیے وگرنہ وہ یہودی ہے۔ لوگ اپنے فعال یا اقوال سے لاعلمی میں ہی مرتد ہو جاتے ہیں۔ اکثر اوقات ایسے الفاظ بکتے رہتے ہیں جس سے طلاق تک واقع ہو جاتی ہے (اور ان کو شعور بھی نہیں ہوتا) اس میں کوئی شک اور ریب کی گنجائش نہیں ہے کبیرہ گناہوں جیسے افعال کا مرتکب ہونا کفر کو لاگو کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ اس سے ایمان چھین جاتا ہے۔ ایسے مکروہ افعال کا انکار کرنا ہر مسلمان مرد و زن پر لازم ہے۔ اور ہر صاحب استطاعت پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرے تاکہ مسلمان اس حقیقی دین اسلام کی طرف لوٹ آئیں جسکو اللہ رب العزت نجاتم الانبیاء ﷺ پر نازل فرمایا تھا۔“

اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ دیکھئے کہ کس طرح مؤلفؒ نے شرک اکبر کے فاعل پر مشرک ہونے کا حکم لگایا ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کا کفر کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے دیکھئے کس طرح امام شوکانی اہل یمن پر کفر کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ لوگ اپنے خیال میں نمازوں کی ادائیگی کرتے ہیں۔ لیکن انہیں خبر ہی نہیں کہ انکی نمازیں صحیح نہیں۔ انکا حکم ایسے ہی ہے کہ گویا انہوں نے نماز ادا کی ہی نہیں جب یہ معاملہ اس قدر اہم ہے تو ہم کیسے مان لیں کہ جو شخص کفر یہ اور شرکیہ عمل کی وجہ سے مرتد ہو جائے تو اسکی لاعلمی کی وجہ سے اسکا عذر قبول کر لیا جائے گا؟ بلکہ اسکا عذر قابل قبول نہیں اور اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ امام شوکانی کے نزدیک تو ایسے لوگ اس دین اسلام پر نہیں جو رسول اکرم ﷺ لے کر آئے تھے۔ بلکہ آپؐ نے تو مقتدر لوگوں پر ان کے خلاف جنگ کا بھی حکم دیا ہے۔

کسی کو متعین کر کے کافر قرار دینا

چند اہم مباحث

گزشتہ صفحات میں واضح ہو گیا ہے کہ کچھ ایسے اقوال و اعمال ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کسی کو کافر قرار دیا جاتا ہے مثلاً ایسے مقام پر جہاں (قرآن و حدیث) کے علوم دستیاب ہوں۔

(1) متواتر احادیث کا انکار کرنا۔

(2) ایسے ہی مقام پر دین اسلام کے کسی قطعی اصول کا انکار کرنا۔

(3) کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال قرار دینا۔ باوجود اس علم کے کہ یہ فعل دین کے برخلاف ہے۔

یہ تمام امور اور دیگر ایسے اعمال کا مرتکب بلا شک و شبہ کافر ہوتا ہے۔ بالخصوص جہاں پر علوم شریعت دستیاب بھی ہوں۔

جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات پر واضح کر دیا۔ اگر وہ جاہل ہو اور علم قرآن و حدیث کے ممکنہ دستیاب ہونے کے مقام پر بھی نہ رہتا ہو تو ایسے اعمال کرنے یا کہنے والے کو اسوقت تک متعین و مخصوص کر کے کافر نہیں کہا جائے گا جب تک کوئی واضح اور غیر متنازعہ دلیل نہ قائم کر دی جائے لیکن دلیل و حجت کو قائم کرنے کے بعد بھی اپنے قول پر ڈٹنا رہنے والا کافر ہوگا۔

اس تمام بحث میں اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ شرک اکبر پر ظاہری لحاظ سے حکم لگایا جائے گا۔ شرک اکبر کے بارے میں یہ اصول مقرر کیا گیا ہے کہ ”ہر وہ شخص جس کا کفر ارکان توحید میں سے کسی رکن کے بارے میں ہو یا وہ شرک اکبر کا ارتکاب کر رہا ہو تو وہ شخص متعین کافر ہے۔ کیونکہ دنیا میں ظاہر کی بنیاد پر حکم لگایا جاتا ہے اور اس شخص کا ظاہر شرک اکبر تقاضا کر رہا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کا کفر امور شریعت میں (توحید اور شرک) کے علاوہ ہے اور وہ شخص قرآن و سنت کے علم کے حصول کے ممکنہ مقامات پر بھی نہیں رہتا تو جب تک کوئی حجت نہ قائم کر دی جائے اسکو کافر نہیں کہا جائے گا۔

کیونکہ شریعت محمدیہ کے تمام فروع احکام اس شخص تک نہیں پہنچے۔ لیکن اگر وہ تمام تریاد دہانی اور تکمیل حجت کے بعد بھی انکار پر ڈٹا رہے تو وہ بلاشبہ کافر ہوگا۔ (ان اہم امور میں بعض افراد غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں) جیسا کہ بعض حضرات یہ گمان کرتے ہیں کہ جہالت ہر حالت میں قابل عذر ہوتی ہے اگرچہ وہ توحید اور دیگر امور شریعت کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح بعض ایسے بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ کسی بھی شخص کی تکفیر

معین (یعنی نام لیکر کہنا کہ یہ کافر ہے تکفیر معین کہلاتی ہے۔) مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اگرچہ اس پر حجت قائم ہو یا نہ ہو کسی بھی صورت میں کسی کو مخصوص کر کے کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ قول تمام تراجم جہنیت و انفرادیت اور عقل و نقل کے خلاف ہونے کے باوجود امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے کلام سے بطور دلیل و استنباط اخذ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ قول اخذ کرنے والوں نے نہ تو اس کے مفہوم کو سمجھا ہے اور نہ ہی ماقبل و مابعد کلام سے مربوط کر کے پڑھا ہے۔

بلکہ کلام کے بعض ٹکڑوں پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے جیسا کہ ”ہم کس کو مخصوص کر کے یہ گواہی نہیں دے سکتے کہ وہ جہنمی ہے کیونکہ ہم کو علم نہیں کہ بعینہ اسکو سزا ہوگی یا نہیں“ جیسے تراشوں کو دلیل بنا کر کہتے ہیں۔
”کہ کسی متعین کی تکفیر مطلقاً جائز نہیں صرف یہ کہا جاسکتا ہے جو شخص ایسا عمل کرے یا ایسی بات کہے وہ کافر ہے یا یہ قول یا عمل کفریہ ہے۔“

لیکن ایسا کام کرنے یا کہنے والے کی تکفیر نہیں کی جاسکتی اگرچہ اس پر دلیل و حجت قائم ہو یا نہ ہو ایسی طرح وہ (قرآن و سنت) کے علم کی دستیابی کے مقام پر رہتا ہو یا نہ ہو۔
حق بات تو یہ ہے کہ امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس جھوٹ سے بری الزمہ ہیں۔ کیونکہ ایسی رائے اختیار کرنے سے تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حدود معطل ہو جائیں گے۔
فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ

(سورۃ المائدہ آیت ۵۴)

”اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے مرتد ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو مچھوڑ کر دوسری قوم لے آئے گا جو اللہ سے محبت کرتی ہوگی اور اللہ بھی ان سے محبت کرے گا۔“
رسول اللہ ﷺ مرتدین کے بارے میں حکم کی وضاحت فرماتے ہیں۔

((من بدل دينه فاقتلوه))

”جو شخص اپنے دین کو بدل ڈالے اسکو قتل کر دو۔“ (صحیح بخاری ج ۳: ۷۵، ج ۹: ۱۹۷، ۱۳۷)

دیکھیے یہ ایک حکم یا حد ہے جو کسی مخصوص شخص پر ہی لاگو کی جاسکتی ہے۔ ورنہ ہم کیسے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کر سکتے ہیں۔ جب ہم کسی مخصوص کی تکفیر ہی نہ کریں کیا یہ کہا جائے کہ ایسا فعل کر نیوالے کو قتل کیا جائے؟ (یہ فعل کرنے والا لازمی طور پر کوئی مخصوص شخص ہی ہوگا)۔ لہذا یہ قول واضح طور پر باطل ہے اور اس سے اللہ کے احکام کی تعمیل نہ کرنا لازم آتا ہے۔ اس کے برعکس امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے کلام میں اس بات کی مکمل وضاحت موجود ہے کہ جو شخص کفری قول کہتا ہے تو اگر وہ ایسے مقام پر رہتا ہے جہاں علم موجود نہیں اور جاہل پھیلی ہوئی ہے تو ابتدائی طور پر اس شخص کی تکفیر کرنا صحیح نہ ہوگا حتیٰ کہ اس پر حجت نہ قائم کر دی جائے۔
لیکن جب تمام دلائل کے باوجود وہ اپنے کفر میں ڈٹا رہے تو پھر اسکو مخصوص کر کے کافر کہنا درست ہے۔

امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں ”صفات باری تعالیٰ کا انکار کفر ہے بروز قیامت دیدار الہی کا انکار کرنا بھی کفر ہے اللہ تعالیٰ کے عرش پر موجود ہونے کا انکار کفر ہے“ جب ان تمام احکامات کا علم ہو جائے تو یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ایسے قول کہنے والے جاہلوں کی اس حیثیت سے تکفیر کرنا کہ ان کے کافر ہونے کا حکم لگایا جائے اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک ان کو احکام اسلام کی مکمل تبلیغ نہ کر دی جائے۔
اور ان کو خبر نہ کر دی جائے کہ وہ رسول ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لیکن اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ اقوال کفریہ ہیں یہی حکم تمام مخصوص لوگوں کی تکفیر کرتے وقت مدنظر رکھا جائے۔ اور اس امر کا بھی خیال رکھا جائے کہ بعض بدعات و معصبات دوسری بدعات سے شدید خطرناک ہوتی ہیں کچھ ایسے بدعتی بھی ہوتے ہیں جن میں ایمان اور اعمال صالح موجود رہتا ہے۔ لیکن کچھ بدعتی لوگوں میں یہ بھی موجود نہیں رہتا۔

امام محمد ابن عبدالوہابؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر منسوب کردہ جھوٹ کے خلاف ایک مستقل رسالہ قلم بند فرمایا ہے جس میں امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اقوال کا مکمل جائزہ لیکر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ امام موصوف کا تکفیر معین کو ناجائز کہنا حجت قائم کرنے سے قبل کے بارے میں ہے اور یہ دلیل و حجت صرف مخفی اور غیر ظاہر امور میں ہے۔ (کیونکہ اسلام کے ظاہری اور بنیادی امور میں حجت قائم کرنا ضروری نہیں)۔
شیخ محمد بن عبدالوہابؒ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿وَمَا أَهْلُ بِهِ لَعِبْرَ اللَّهِ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۳)

”جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔“ (ذبح کرتے وقت یا کسی اور معاملے میں مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر کوئی آتا ہے خواہ نبی ہو یا کوئی فرشتہ، ولی ہو یا کوئی اور اللہ کو چھوڑ کر ان میں سے کسی کو بھی پکارنا حرام ہے۔)

کتاب اقتضاء صراط المستقیم میں امام ابو العباس شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو شخص غیر اللہ کے لئے ذبح کرے تو وہ حرام کام کر رہا ہے اگرچہ یہ لفظ منہ سے ادا کرے یا نہ کرے۔ غیر اللہ کے لئے ذبح کرتے وقت عیسیٰ ﷺ (یا آپ کے علاوہ کسی ولی پر بزرگ) کا نام لیا جائے۔
جس طرح ہم اللہ کے قرب کے حصول کی خاطر قربانی دیتے ہیں ذبح کرتے وقت نام بھی اللہ ہی کا لیتے ہیں۔

یقیناً نماز اور قربانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر کام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے زیادہ بڑھ کر اجر و ثواب کی حامل ہے۔

اسی طرح غیر اللہ کی عبادت کرنا، غیر اللہ سے مدد طلب کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے اور اگر غیر اللہ کے لئے اور اسکے قرب کے حصول کے لئے جانور ذبح کیا جائے تو یہ ذبیحہ حرام ہے جس طرح اس امت کے منافقین کرتے ہیں۔ اور اگر یہ مرتدیں ذبیحہ کریں تو انکا ذبیحہ کسی بھی صورت میں جائز نہیں انکے ذبیحہ کے ناجائز ہونے کی وجہ دو مانعات ہیں (ایک یہ کہ انکا ذبیحہ غیر اللہ کے لئے ہے اور دوسرا غیر اللہ کا نام بھی لیا گیا ہے) اسی طرح اہل مکہ جنات کے لئے ذبح کرتے تھے ”کلام شیخ مکمل ہوا۔

یہ وہ کلام ہے جس کے بارے میں دین کے دشمن یہ کہتے ہیں کہ آپ تکفیر معین کے قاتل نہ تھے۔ آپ دیکھئے کہ اس امت میں جو لوگ غیر اللہ کیلئے ذبح کرتے ہیں شیخ الاسلام انکی بھی تکفیر کر رہے ہیں۔ اور بیان فرماتے ہیں کہ ایسا منافق شخص مرتد بن جاتا ہے۔ کسی کو مرتد کہنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جب تک کسی کو مخصوص کر کے مرتد نہ کہا جائے۔

جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ مشرک لوگ بتوں کی عبادت کس طرح کرتے تھے اور وہ جس شرک کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی اسی شرک کی حقیقت کی معرفت اس طرح چاہتا ہے کہ قرآن کی تفسیر بیان ہو جائے تو اسکو چاہیئے کہ وہ سیرت النبی ﷺ اور آپ کے زمانے کے عرب کی حالت کا مطالعہ کرے۔

ان مشرکین مکہ نے ایک درخت مخصوص کیا ہوا تھا جس پر یہ مشرکین اپنا اسلحہ لٹکا یا کرتے تھے۔ اسکا نام ذات انواط تھا بعض صحابہ کرام ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے بھی اسی طرح کا ایک ذات انواط بنا دیجئے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ تو پہلے لوگوں کے طور طریقے ہیں تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی سنت پر عمل کرو گے اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے صرف مشابہت کا بھی رد فرمایا ہے تو جو لوگ عین شرک کرتے ہیں انکا حال کیا ہوگا؟ کیا وہ مشابہت سے بڑھ کر نہیں؟

شیخ الاسلام مزید لکھتے ہیں: دمشق میں ایسے متعدد مقامات موجود ہیں مثلاً ”مسجد کف“ اس مسجد میں ہاتھ کا مجسمہ بنا ہوا ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سیدنا علیؑ کا ہاتھ ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس بت کو منہدم کر دیا گیا ہے اس لئے شرکیہ مقامات بہت سے ہیں بلکہ حجاز میں بھی موجود ہیں۔ ان واقعات سے وہ سب بھی معلوم ہو گیا جس کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے پر اہل سنت کی سخت مذمت فرمائی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳: ۳۷۷، ج ۴: ۳۴۵، التمهید لابن عبد البر ج ۱: ۹۸، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر طبعہ بیروت ج ۱: ۱۱۷، اسی طرح لعنت میں یہود کے نام کی تخصیص کے ساتھ

دیکھیے۔ سنن نسائی کتاب الجنائز ب: ۱۰۵، مسند احمد ج ۲: ۳۶۶، ج ۴: ۱۸۴، مستدرک الحاکم ج ۴: ۹۴، مجمع الزوائد ج ۲: ۲۷، المعجم الكبير

ج ۱: ۱۲۷، ۱۳۱، ج ۵: ۱۶۶، المعجم الصغير لطبرانی ج ۱: ۳۴، اسی طرح لعنت میں یہود کے ساتھ نظرئی نام کی تخصیص کے ساتھ دیکھیے۔ صحیح بخاری ج ۱: ۱۶۱، ج ۶: ۱۳،

صحیح مسلم کتاب المساجد ب ۳ رقم ۲۱، ۱۹، مسند احمد ج ۱: ۱۸، ۲۱، ج ۴: ۲۰، ج ۶: ۳۴، فتح الباری ج ۸: ۱۴، سنن نسائی ج ۱: ۹۶، تفسیر ابن

کثیر ج ۵: ۱۴۳)

یہ بات معلوم شدہ ہے کہ انبیاء کی قبروں کی مٹی ناپاک نہیں ہوتی۔

لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ ((اللهم لا تجعل قبری وثناً یعبد))

”اے اللہ میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جائے!“

(مؤطا امام مالک ۱۷۶، طبع دار الفکر بیروت، تفسیر القرطبی ج ۲: ۵۸، الطبقات الكبرى لابن سعد ج ۲: ۳۵، التمهید لابن عبد البر ج ۵: ۴۱، التحف السادة المتقين

لزیبیری ج ۴: ۱۱۷، یہ تو تھی تحریج حدیث ((اللهم لا تجعل قبری وثناً یعبد الیہ)) دیکھیے ((اللهم لا تجعل قبری وثناً یصلی الیہ)) کہ اے اللہ میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا کہ اسکی

طرف نماز پڑھی جائے۔ کے الفاظ کے ساتھ: مشکوٰۃ المصابیح ۷۵۰، مسند احمد بن حنبل ج ۲: ۲۴۶، کنز العمال للمتقی الہندی ۳۸۰۲، مصنف عبد الرزاق ج ۱: ۵۸۷، مسند

الحمیدی ج ۱: ۲۵، ج ۲: ۳۴، جمع الجوامع سیوطی ۹۹۵۲، التمهید لابن عبد البر ج ۵: ۴۴، الطبقات الكبرى لابن سعد ج ۲: ۳۶، الشفا للقاظمی عیاض ج ۲: ۱۹۷، ج ۲: ۲۰۶)

اور یہ بات بھی معلوم شدہ ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کرنے کی وجہ سے سورج کے طلوع وغروب ہوتے وقت نماز ادا کرنے کی ممانعت کی ہے تاکہ شرک کے پیدا ہونے کا ذریعہ نہ بنے، ہندو جاتے

اور تاکہ لوگ سورج کے طلوع وغروب ہوتے وقت نماز ادا نہ کریں حالانکہ نمازی سجدہ تو اللہ ہی کو کرے گا۔ لیکن ان اوقات میں نماز پڑھنے سے یہ سوچ پیدا ہو سکتی تھی کہ سورج کو پکارا، یا سجدہ کیا جا رہا ہے لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ جن دونوں کاموں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا اور دونوں وقوع پر زیر ہو رہے ہیں۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کو مختلف طریقوں سے پکارتے ہیں۔ یہ بہت بڑا شرک ہے جس سے اسلام کے نام لیوا گمراہ ہو رہے ہیں (یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ بعض مشہور مصنفوں نے اس موضوع میں مشرکین کے افکار کے مطابق کتابیں بھی لکھ ڈالی ہیں۔

جیسے ابو معشر بلخی اور ثابت بن قرة وغیرہ اہم ہیں۔ یہ لوگ شرک میں داخل ہو چکے ہیں۔ طاغوت اور بتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے جھوٹے نظریات کو قرآن کی طرف منسوب بھی کرتے

ہیں (معاذ اللہ) (جس طرح ہمارے زمانے کے مشرک غیر اسلامی نظریات اور اپنی بدعات و خرافات کو قرآن و حدیث سے جبراً ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف عمل رہتے ہیں)۔

دیکھیے یہ ہیں امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے خیالات اب صرف وہی شخص آپ کی طرف عدم تکفیر کے نظریے کو منسوب کر سکتا ہے جسکے دل کو اللہ تعالیٰ نے ٹیڑھا کر دیا ہو۔ دیکھئے آپ نے کیسے۔ اکابر شوافع میں شامل فخر الدین رازی اور مشہور مصنف ابو معشر پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگایا ہے۔ آپ علم کلام کا رد فرماتے ہوئے فخر الدین رازی کے متعلق فرماتے ہیں ”مسلمانوں کی متفقہ رائے کے مطابق یہ واضح ارتداد ہے“

(الدرر السنية ۱/۴۵۲، ۴۵۳)

اسکے علاوہ آپ نے دمشق کے مشرکین کو لات منات اور عزائی کی پوجا کرنے والوں کی مانند ٹھہرایا ہے اور ہمیں آپ کے اس کلام پر بھی غور و فکر کرنا چاہیے جو آپ نے ذات انواط اور شرک عین کرنے والوں کے متعلق رقم کیا ہے۔ کیا ان تمام اقوال کے بعد بھی شیخ الاسلامؒ کے کلام کے اس حصے کو نقل کرتے ہیں جس سے بعض لوگ غلط نظریات اخذ کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔ میں تمام لوگوں سے بڑھ کر اس بات سے منع کرنے والا ہوں کہ کسی کو مخصوص کر کے اسپر کفر، بدعت اور فسق و فجور کو منسوب کیا جائے۔ مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص پر تبلیغ کی جت قائم ہو چکی ہے اور وہ پھر بھی اپنے کفریہ خیالات پر مصر ہے تو وہ کافر ”فاسق یا گناہ گار ہوگا“

شیخ الاسلامؒ کے کلام کے تمام موضوعات پر جہاں تک ہم واقف ہیں آپ نے جہاں بھی عدم تکفیر کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی اشکال کو زائل کرنے کے لئے فرمایا کہ کفر کا فتویٰ لگانے سے توقف صرف جت قائم کرنے تک ہے جب دلیل و جت قائم کر دی جائے تو مسئلہ کے تقاضوں کے مطابق اس پر کافر، فاسق، یا گناہ گار ہونے کا حکم لگایا جائے۔ اور آپ نے یہ بھی صراحت فرمادی کہ تبلیغ کی جت ان مسائل میں لازمی ہوگی جو مسائل مخفی ہیں ظاہر نہیں ہیں۔

امام صاحبؒ کے کلام پر غور کیجئے اور ان شبہات و اعتراضات پر غور کیجئے جو اللہ کے دشمنوں نے کئے ہیں (ان میں واضح فرق نظر آتا ہے لیکن) جسکو اللہ ہی فتنے میں مبتلا فرمادے اسکو کوئی چھکارا نہیں دلا سکتا۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ نظر یہ اور سوچ ہے (اور ہمیں امید واثق ہے کہ اللہ ہمیں اس پر ثابت قدم رکھے گا۔) کہ اگر امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ یا آپ سے بڑے کسی اور امام کی بات بھی غلط ہوتی تو ہم اس کا بھی رد کرتے لیکن یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے جو بھی شخص تکمیل جت کے بعد بھی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے یا وہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ یا اسکے علاوہ کسی ایسے صریح اور واضح کفر کا ارتکاب کرتا جسے اللہ اسکے رسول ﷺ اور علماء امت رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا تو ہم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہوئے اسکو کافر قرار دیں گے۔ اگرچہ کوئی اسکو مانے یا نہ مانے۔

لیکن الحمد للہ ہم کسی ایسے عالم کو نہیں جانتے جو اس مسئلہ میں اختلاف کرتا ہو۔ اور جو بھی شخص اس مسئلہ میں اختلاف کرتا ہے تو اسکے پاس کوئی دلیل نہیں ہے وہ صرف فرعون کی پیش کی ہوئی دلیل ہی پیش کر سکتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ ﴿فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَى﴾ (سورۃ طہ آیت: ۵۱)

”پہلی قوموں کا کیا ہوگا جو اسی عقیدہ پر اس دنیا سے چلی گئیں؟“

یا وہ قریش مکہ کی پیش کی ہوئی دلیل ہی پیش کر سکتا ہے۔

﴿مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ﴾ (سورۃ ص آیت: ۷)

”ہم نے ایسی بات کسی اور دین میں نہیں سنی۔“

شیخ محمد بن عبد الوہابؒ اپنے رسالہ میں رقم طراز ہیں ”امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ناعین زکوٰۃ کے بارے میں لکھتے ہیں صحابہ کرامؓ ”زکوٰۃ نہ دینے والوں سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ کیا تم زکوٰۃ کی فرضیت کا اقرار کرتے ہو یا انکار؟“۔ یہ بات تو خلفاء راشدینؓ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے بلکہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے تو سیدنا عمر فاروقؓ سے فرمایا تھا کہ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھے ایک رسی بھی دینے کا انکار کر دیں جسکو یہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں دیا کرتے تھے تو میں انکے خلاف جہاد کروں گا۔

آپ نے صرف دینے کے انکار کو ہی مردہ ہونے کا سبب جانا ہے نہ کہ فرضیت زکوٰۃ سے انکار کو جب بنایا ہے حالانکہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ کچھ قائل زکوٰۃ کو فرض سمجھتے تھے لیکن بخل کی وجہ سے ادا نہیں کرتے تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ کے ساتھ ساتھ تمام خلفاء کا طریقہ کار بھی یکساں تھا آپ سب نے فل کر زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کیا ان قبائل میں لڑیوں کو قتل انکے بچوں کو قیدی اور انکے مال و متاع کو مال غنیمت بنایا اور اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے والے مقتولین کے بارے میں گواہی دی کہ وہ جہنمی ہیں اور تمام ناعین زکوٰۃ کو مردہ شمار کیا۔

یہ واقعہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عظیم فضائل میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہاد میں آپ کو ثابت قدم رکھا۔ دیگر صحابہؓ کی طرح توقف اختیار نہ کیا بلکہ ان سے مناظرہ کر کے اپنی بات کی حقیقت کو منوالیا۔ اسکے علاوہ مسلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کو ماننے والوں کے خلاف جہاد کرتے وقت صحابہؓ کے مابین کوئی اختلاف رونما نہ ہوا۔

آپ غور کیجئے کیا ان تمام مذکورہ بالا واقعات میں تکفیر معین موجود نہیں؟ کیا یہ گواہی موجود نہیں ہے کہ مرتدین کے مقتول جہنمی ہیں کیا صرف منکرین کے انکار کی وجہ سے انکی بیویوں اور اولاد کو قیدی نہیں بنایا گیا تھا۔؟؟؟ پھر بھی یہ دین کے دشمن کہتے ہیں کسی کو مخصوص کر کے اسکی تکفیر معین نہیں کرنی چاہیے۔

شیخ الاسلامؒ فیصلہ کن کلام فرماتے ہیں ”قرآن و سنت کے مستند نصوص اور صحابہ کرامؓ کے متفقہ فیصلے کے مطابق یقیناً ناعین زکوٰۃ کو کافر و مرتد قرار دیا گیا تھا۔

امام ابن القیم علیہ الرحمۃ ”اغاثۃ اللہفان“ میں قبروں کی تعظیم کی مذمت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ”ان مشرکوں کا معاملہ یہاں تک آن پہنچا ہے کہ ان میں سے بعض غالی مشرک حضرات نے تو اپنے شرک کے متعلق کتابیں ہی لکھ ڈالی ہیں۔ جس کا نام ”مناسک مشاہد“ یعنی قبروں کی زیارت کے آداب رکھا گیا ہے۔ اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یہ لوگ ایسے اعمال کی وجہ سے دین اسلام سے خارج اور بتوں کی عبادت کے مذہب میں داخل ہو چکے ہیں۔

امام ابن القیم نے جس کتاب لکھنے والے کا ذکر فرمایا ہے اس کا نام ابن المنفید ہے۔

میں نے اس کتاب کا بذات خود مطالعہ کیا ہے۔ اسکو پڑھ کر معلوم ہوا کہ کیسے ابن المنفید کی مخصوص تکفیر معین سے باز رہا جائے۔

تمام بڑے بڑے ائمہ اپنے کلام میں مسئلہ تکفیر میں متفق نظر آتے ہیں۔ ہم اس تمام کلام میں سے چند ایک کو ذکر کر کے دیتے ہیں۔

احناف کا نظریہ: احناف کا اس مسئلے کے متعلق سب سے زیادہ شدید ترین نظریہ ہے یہاں تک وہ بطور حقاقت مصحف قرآن کو مصحف یعنی چھوٹا سا کتابچہ اور مسجد کو بطور حقاقت چھوٹی سی مسجد کہنے پر یا

جان بوجھ کر لاپرواہی کرتے ہوئے بغیر وضو کے نماز ادا کرنے پر بھی تکفیر معین کو جائز سمجھتے ہیں۔

امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ شیخ ابن الخفیر ی سے اور وہ اپنے والد شیخ الخفیر ی (احناف کے ایک بڑے امام) سے روایت کرتے ہیں کہ ”بخارا کے فقہاء ابن سینا کے متعلق یہ رائے رکھتے تھے کہ یہ بڑا ذہین و فطین کافر ہے۔“ دیکھئے یہ احناف کے ایک بڑے امام ہیں جو تمام فقہاء بخارا کی ابن سینا کے کفر کے متعلق روایت بیان کر رہے ہیں۔ ابن سینا ایک مشہور مصنف اور ظاہر اہل اسلام تھا۔

مالکیہ کا نظریہ: مسئلہ تکفیر میں علماء مالکیہ کا کلام جو شمار سے باہر ہے۔

انکے فقہاء فتویٰ صادر کرنے میں بڑے جلد باز تھے۔ یہ کسی شخص کے ایسے کلام کی وجہ سے جو مبہم ہوا جسکو اکثر لوگ سمجھ نہ پائیں۔ اسکے قتل کا فیصلہ کر دیتے تھے۔

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب ”الشفاء“ کے آخر میں ایک نوٹ ذکر فرمایا ہے۔ اس میں یہ مذکور ہے کہ جو شخص بطور تعظیم غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے وہ کافر ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ ہمارے موضوع سے بہت زیادہ ہلکا ہے۔

شافعیہ کا نظریہ: مکتبہ شافعیہ کے ایک بڑے امام روضۃ الندیۃ کے مصنف فرماتے ہیں۔

”کوئی بھی مسلمان جب (اللہ کے علاوہ خواہ کوئی بھی اگرچہ) نبی علیہ السلام کے لئے ذبح کرے تو وہ کافر ہے۔“ جو شخص ابن عربی اور اسکے گمراہ گروہ کے کفر میں شک و شبہ رکھے وہ بھی کافر ہے۔

ہماری رائے تو ان سے بھی ہلکی ہے۔ امام ابن حجر العسقلانیؒ نے ایک مستقل کتاب بنام ”الاعلام بقواعد الاسلام“ تحریر فرمائی ہے جس میں ایسے بہت سے اقوال و افعال کے متعلق لکھا ہے جس سے اسلام سے خروج اور کفر معین ہو سکتا ہے۔

اسکے علاوہ تمام تر شبہات و اشکالات کو زائل کرنے اور مومنوں کے یقین کو پختہ تر کرنے والی ایک اور چیز بھی ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ اور صحابہ کرامؓ اور علماء عظام کی سیرت ہے۔

جس میں اہم ترین واقعات ہم زیر نظر طور میں لکھ دیتے ہیں۔

(1) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا براءؓ کو ایک علم (جھنڈا) عنایت فرما کر اس شخص کو قتل کرنے کے لئے بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا ہوا تھا (یہ قبل از اسلام کے دور جاہلیت کی ایک فحش رسم تھی اپنے والد کی بیویوں کو اولاد وراثت کی طرح بانٹ لیتی تھی)۔

(2) جب رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا ہے تو آپ نے انکے خلاف جہاد کا ارادہ فرمایا تھا۔

(3) سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کو ہم بطور مثال لیتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف قتال کیا۔ انکی اولاد کو قیدی اور اموال کو غنیمت جانا اور متفقہ طور پر

مانعین زکوٰۃ کو مرتد جانا۔

(4) سیدنا عمرؓ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے اجماع فرمایا کہ اگر توامہ بن مظعون اور انکے ساتھی تائب نہ ہو جائیں تو وہ شراب کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہوں گے۔

(5) سیدنا علیؓ نے چند لوگوں کو اپنی شان میں غلو کرنے کی وجہ سے آگ میں جلانے کی سزا دی۔

(6) اسی طرح دو رعثمانؓ میں صحابہ کرامؓ نے ان مسجد والوں کے کفر کے متعلق اجماع فرمایا جنہوں نے مسیلہ کذاب کی تائید میں کچھ باتیں کہیں حالانکہ وہ انکے پیروکار نہ تھے۔ صحابہؓ نے

توان کی توبہ قبول کرنے میں ہی اختلاف فرمایا تھا۔

(7) صحابہ کرامؓ اور بڑے بڑے تابعینؒ نے اجماع کیا کہ مختار بن ابوعبید ثقفی اور اس کے پیروکار کافر ہیں حالانکہ مختارؓ سیدنا حسین اور اہل بیت کے خون کے بدلے کا دعویٰ ادا تھا۔

اسی طرح تابعینؒ اور تمام علماء کرامؓ نے دین و علم کے اعتبار سے مشہور شخصیت جعد بن درہم کے قتل پر اتفاق کیا۔ ایسے بے شمار واقعات اور بھی موجود ہیں جن کو ہم بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔

(مجموع مؤلفات الشیخ محمد بن عبد الوہاب ۶/۲۱۰، ۲۱۵)

خلاصہ کلام کے طور پر شیخ ابوطہینؒ اس موضوع کی مناسبت میں شیخ الاسلام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اقوال کی توضیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ یہ جو امام تقی الدین شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا قول ہے کہ کسی کافر

قراردینا اور قتل کا حکم دینا حجت قائم کرنے تک موقوف ہے اس کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں امر کفر اور قتل دراصل دلیل و حجت کو سمجھنے پر موقوف نہیں بلکہ صرف دلیل کی تبلیغ پر منحصر ہے۔

قرآن و سنت کی دلیل کو پیچانا اور تبلیغ کرنا ایک علیحدہ چیز ہے اور اسکو سمجھنا ایک مختلف معاملہ ہے۔

اگر یہ حکم دلیل کو سمجھنے پر منحصر ہوتا تو ہم اس وقت تک کسی کو نہ تو کافر کہہ سکتے تھے اور نہ ہی کسی کے قتل کا حکم دے سکتے تھے جب تک یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ شخص اسلام سے خصوصی بغض عناد رکھتا ہے (اور یہ رائے واضح طور پر غلط ہے) اسکے برعکس شیخ الاسلام کا دوسرا کام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دلیل و حجت کے فہم کو صرف ان امور میں معتبر سمجھتے تھے جو اکثر لوگوں پر مخفی اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ (مذکورہ بالا تحریر کا مطلب یہ ہے کہ توحید و رسالت کی تبلیغ ضروری ہے اب کسی کو سمجھ آتا ہے یا نہیں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اسکے علاوہ بعض امور جیسے باری تعالیٰ کا علم ہونا وغیرہ اسکو تبلیغ کے ساتھ ساتھ سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔) (مترجم)

(جیسے صفات باری تعالیٰ)۔ اور ان امور میں توحید و رسالت شامل نہیں ہے۔

اب رہا مسئلہ توحید اور رسالت کی مخالفت کرنے والوں کا۔ تو شیخ الاسلام نے بہت سے مقامات پر صراحت فرمادی ہے کہ توحید و رسالت کی مخالفت کرنے والے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ توبہ نہ کرے تو وہ کافر اور واجب القتل ہے (توبہ کرنے کے مطالبہ پر علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں توبہ کرے یا نہ کرے ہر صورت میں واجب القتل ہے اور یہی بات راجع ہے۔) (الجمیری) ان امور میں اسکی جہالت کو قابلِ عذر نہیں مانا گیا۔ حالانکہ ہم اس حقیقت حال سے واقف ہیں کہ شرک و بدعت کے ارتکاب کرنا حقیقی وجہ جہالت ہی ہوتی ہے اگر لوگ اس بات کو جانتے کہ ہمارا یہ عمل کفر ہے تو ہرگز ایسا عمل نہ کرتے ابوظہین، شیخ الاسلام کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے تکفیر کو اسلام سے بغض عناد کے ساتھ خاص نہیں فرمایا ہے۔

کیونکہ اکثر جہلاء اس بات کو جانتے ہی نہیں کہ انکے اقوال و اعمال کفریہ ہیں۔ ایسے معاملات میں جہالت کے عذر کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ان جاہلوں کے بعض کام تو توحید جیسے اہم فریضے کے برعکس ہوتے ہیں اور کچھ اعمال قرآن و سنت سے ثابت شدہ متفق علیہ مسائل کی مخالفت و اعراض پر مبنی ہوتے ہیں۔

سلف و صالحین اور ائمہ عظام نے ایسے لوگوں کے بھی کفریہ اقوال کی وجہ سے انکی تکفیر کی ہے جن کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ وہ اسلام سے بغض و عناد نہیں رکھتے۔ شیخ ابوظہین لکھتے ہیں کہ امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایسے بہت سے اقوال و افعال کو ذکر فرمایا ہے۔ جن کو کہنے یا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے لیکن آپ نے مرتدین کے بغض و عناد کے متعلق کوئی حکم نہیں لگایا ہے۔

شیخ ابوظہین مزید رقم طراز ہیں۔ آپ دیکھئے کہ شیخ الاسلام نے مخفی امور (صفات الہی وغیرہ) اور ظاہری امور (توحید و رسالت) میں فرق کیا ہے۔ اگر کوئی مخفی امور کا انکار کرے گا تو یہ کہا جائے گا کہ منکر گنہگار اور غلطی پر ہے۔ اس پر ایسی حجت قائم نہیں ہوتی جس سے اس پر کفر کا حکم لگایا جائے۔

لیکن قرآن وحدیث کے ظاہری امور میں یہ لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ مطلقاً حکم صادر کیا جائے گا۔ اگرچہ کسی مسلمان سے ظاہری امور یعنی توحید و رسالت میں مخالفت جہالت کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ ایسے معاملات جن کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع امت دلالت کرتا ہے کہ یہ کفر ہے۔ ان میں غیر اللہ کو عبادت میں شرک ٹھہرانا بھی ہے۔ جو شخص شرک (اکبر) کا ارتکاب کرتا ہے یا صرف اس شرک کو قابلِ تحسین ٹھہراتا ہے تو وہ بلا شک وشبہ کافر ہے۔ اور اگر تحقیق سے ثابت ہو جائے تو اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم یہ کہو۔ یہ شخص اس شرک کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے۔ (یعنی اس شرک شخص کی تکفیر معین کرنا جائز ہے) (

فقہاء کرام نے ایسے بہت سے امور پر روشنی ڈالی ہے جن سے کوئی بھی مسلمان مرتد بن جاتا ہے۔ فقہاء اس بات کو اکثر ان الفاظ میں شروع کرتے ہیں کہ ”جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ کافر ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر وہ توبہ ثابت ہو جاتی ہے تو ٹھیک و گرنہ وہ واجب القتل ہے (یہاں یہ بات بالکل اچھی طرح ذہن میں رہے کہ ایسے شخص (مرتد) کو تبلیغ و توبہ کی حجت ودلیل قائم کرنے کے بعد قتل کرنے کا حق صرف اسلامی خلافت کی موجودگی میں حاکم وقت کو ہی حاصل ہے۔) (اگر اسلامی خلافت ہو اور نہ کوئی بھی مسلمان اہل علم کے فتویٰ کے بعد اسکو قتل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسکا زندہ رہنا مسلمانوں کیلئے باعثِ فتنہ ہے۔) (الجمیری) موحدین عوام کیلئے یہ ضروری ہے کہ شرک اور مشرکین سے براءت و بغض کا اظہار کریں اور ان سے لوگوں کو ڈرائیں اور توحید کی دعوت کو ہر ممکن طریقے سے عام کریں)۔ ذرا سوچئے توبہ کرنے کا مطالبہ کسی مخصوص شخص سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

شیخ ابوظہین مزید لکھتے ہیں ”کفر کی انواع و اقسام میں سب سے بڑی قسم اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے۔ مسلمانوں کے اتفاق کے مطابق یہ عمل کفر ہے۔ جو شخص ایسے شرک کا ارتکاب کرے تو اسکو کافر کہنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ جس طرح کوئی شخص زنا کرے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ زانی ہے۔ اسی طرح سود خور کو سودی کہا جائے گا۔ بالکل اسی طرح شرک کرنے والے کو کافر کہا جائے گا۔

(1) قصہ مختصر: یہ ہے کہ کسی کو مخصوص کر کے کافر صرف ان امور میں قرار دیا جاسکتا ہے جو دین کی بنیاد توحید کے متعلق ہیں۔ چونکہ دنیا کے احکامات تو صرف ظاہری امور پر لگائے جاسکتے ہیں لہذا ہر

وہ شخص جو ایسے کفر اکبر میں ملوث ہے جس کفر سے ملت اسلام سے خارج ہونا لازم قرار پاتا ہے۔ تو وہ شخص اپنے ظاہر کے لحاظ سے کافر ہے۔

اگر بعض علماء نے ایسے لوگوں پر کفر کے اطلاق سے اجتناب کیا ہے تو وہ صرف اور صرف دعوت تبلیغ کے بعض خاص مراحل میں احوال و ظروف کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔

یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ علماء اور داعی حضرات کا فقہی نظریہ ہی ایسا ہے بالکل نہیں۔ بلکہ اگر کوئی ایسی رائے اور سوچ رکھتا ہے (جیسا کہ آجکل یہ بات معروف ہے کہ کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے) (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ انتہائی قبیح اور عقیدہ توحید سے منحرفانہ سوچ ہے ایک شخص یا تو مسلمان ہے یا کافر و منافق، کافر کو کافر کہنا تو عقیدہ توحید کی تعلیم ہے جیسا کہ اللہ عز و جل نے سورۃ ممتحنہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عقیدہ کو مؤمنین و مسلمین کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اس آیت کا مطالعہ کریں۔ اور جہاں تک کافر کو کافر نہیں کہنا ہے تو وہ بھی صرف عارضی طور پر ایک داعی (دعوت و تبلیغ کرنے والے) کے لئے مصلحتاً عارضی طور پر ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ مستقل یہ عقیدہ بنالیا جائے اور جس کا یہ عقیدہ ہے وہ اسلام سے نکالنے والے امور میں سے ایک کا ارتکاب کر رہا ہے۔) تو وہ حدود اللہ کو معطل کرنے کے درپے ہے اور حکم الہی اور سنت نبوی ﷺ کی مخالفت بھی کر رہا ہے۔

(2) ابتدائی طور پر ان امور میں جن کا علم رسالت کے حکم سے ہی معلوم ہوتا ہے تکفیر معین سے توقف کرنا صحیح نہیں ہے اور ایسے مقامات جہاں پر علم کی دستیابی کا امکان نہیں ہے کسی کو مخصوص کر کے کافر قرار دینا، حجت کے قائم ہونے تک صحیح نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص حجت و دلیل قائم ہونے کے بعد بھی انکار کرتا ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہوگا۔

(3) عمومی طور پر تکفیر معین سے رک جانا اور مطلقاً یہ کہنا کہ یہ کفریہ فعل تو ہے مگر جب کوئی شخص اس کفریہ فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو ہم اس کو کافر نہیں کہہ سکتے!! یہ نظریہ بالکل لغو اور لالچنی ہے۔

یہ رائے احکام شریعت کو باطل قرار دینے کے مترادف ہے۔ یہ نظریہ ایسی بدعت ہے جو طریقہ رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور علماء امت کے اجماع کے برعکس ہے۔

حرف آخر: جب ہم دین الہی کی طرف دعوت و فکر دیتے ہیں تو ہم اپنی مکمل بصیرت و اطمینان کے بعد دعوت دیتے ہیں فرمان الہی ہے۔

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (سورۃ یوسف آیت: ۱۰۸)

”آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے فرما بردار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔“

یقیناً جب ہر مستحق شخص پر حکم لاگو کیا جاتا ہے تو دیکھا جاتا ہے کچھ ضروریات شرعی ہوتی ہیں اور کچھ ضروریات واقعاتی (زمینی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے وقتی ضروریات) ہوتی ہیں۔ جن سے کسی صورت چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات دعوت کے میدانوں میں تو شرعی ضروریات اور وقتی طغوات ایک ساتھ مربوط ہوتی ہیں لیکن اسکے ساتھ ساتھ مردوں یا ناپانوں پر حدود الہی کا قیام بھی شریعت ہی کا حکم ہے۔ جس حکم کو معطل کرنا کسی وجہ سے عمل نہ کرنا کسی بھی صورت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ناپاک چیزوں کو پاکیزہ چیزوں سے جدا کرنا شریعت کا ایک اہم ترین مقصد ہے بلکہ قرآن کریم میں تو مؤمنوں، منافقوں اور کافروں کا صفات کا ذخیرہ موجود ہے تاکہ اللہ پر ایمان لانے والے اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ ایسے کون گوں سے دور رہنا اور کون گوں کے ساتھ مل کر رہنا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ (سورۃ آل عمران آیت: ۱۷۹)

”جس حال پر تم ہو ایسی حالت پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نہ چھوڑے گا جب تک وہ ناپاک اور پاک کو الگ نہ کر دے۔“

مفسر قرآن امام طبریؒ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑنے والا کہ مومن اور منافق کا پتہ ہی نہ چل سکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کے درمیان امتیاز کر کے رکھے گا یعنی اللہ رب العزت ابتلاء و آزمائش میں مبتلا فرما کر سچے ایمان لانے والے مخلص مومنوں اور اپنے کفر کے پردے میں چھپے رہنے والے منافقوں کے درمیان جدائی ڈال کر رہے گا۔ طیب سے مراد مومن اور خبیث سے مراد منافق ہے۔“

فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالدِّينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ

آیت: ۸، ۹)

”بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر شعور نہیں رکھتے۔“

مفسر قرآن ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ منافقوں کی صفات کے متعلق اسی باعث فرما رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مومن ان کی ظاہری حالت سے دھوکہ کھائیں اور ان منافقوں سے میل جول سے اجتناب نہ کر کے بہت بڑے بگاڑ میں مبتلا نہ ہو جائیں ان منافقوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ لوگ فی الوقت کافر ہیں۔“

ان اہل فجور کے متعلق نیک خیالات رکھنا بھی بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ ذرا بتائیے کہ ہم ان کافروں اور فاجروں کے باطل خیالات کی بہ نسبت کون سی نیکی اور بھلائی کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں؟ کیا ان

منافقوں کا مومنوں سے میل جول سے بڑا بھی کوئی فساد ہے؟ جسکی وجہ سے مومنوں کے دین میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ مومنین شکوک و شبہات کا شکار ہو رہے ہیں اور جسکی وجہ سے حقائق کی پردہ پوشی ہوتی ہے۔

اور زرا بتائیے کہ آج کے دور سے بڑھ کر کونسا ایسا زمانہ ہے جب خبیث اور طیب میں واقع اور کھلم کھلا امتیاز کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو؟ خاص کر دعوت کے میدانوں میں اس بات کی ضرورت زیادہ ہے۔

جان لو! کہ اہل حق اور اہل باطل میں تفریق کرنا ایسا دور اہا ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اس مسئلہ سے چشم پوشی کرنے اور بحث و مباحثہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس دنیا میں یا تو اسلام ہے یا جہالت،

ایمان ہے یا کفر، توحید ہے یا شرک، اسکے علاوہ کچھ بھی تو نہیں۔ یہ ضروری ہے کہ مسلمان پر اس مسئلہ تکفیر کی وضاحت ہو جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ضمیر سے تمام شکوک کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ تاکہ کوئی

بھی مسلمان اپنے دور کے لوگوں پر اس مسئلے کا نفاذ کرتے ہوئے تردد کا شکار نہ ہو۔ بلکہ اس حقیقت کے تقاضوں کو تسلیم کرے۔ اور اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ کر اپنے دوستوں اور دشمنوں کو اس کا عملی جامہ پہنا سکے۔ جب

تک ضمیر مسلم سے اس مسئلہ کے متعلق شکوک کو نہ نکالا جائے تو اس وقت تک اس مسلمان کے لئے نہ تو حقیقت کا میزبان سیدھا ہوگا۔ اور نہ ہی اس پر منہج حق کا راستہ واضح ہوگا۔ اور ایسا شخص اپنے ضمیر میں حق و باطل کے درمیان کوئی فرق نہ کر سکے گا۔ بلکہ وہ سیدھی راہ کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکتا۔ اگر اس مسئلہ کو عام عوام الناس کے نزدیک مبہم اور پوشیدہ رکھا جائے تب بھی یہ جائز نہ ہوگا کہ اس دین کے داعی حضرات بھی اس مسئلہ کو مبہم اور پوشیدہ رکھیں۔ بلکہ ان کو چاہیے کہ وہ اس اہم ترین نظریے کے متعلق خوب تحقیق کریں۔

اے اللہ! اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد گمراہ نہ کرنا، اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں رحمت عطا فرمانا۔ بیشک تو بہت بڑا عطا کرنے والا ہے۔
اے جبرائیل علیہ السلام! میکائیل علیہ السلام! اور اسرافیل علیہ السلام! کے پروردگار! اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! حاضر و غیب کا علم رکھنے والے! یقیناً تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کے بارے میں بہتر فیصلہ دینے والا ہے۔ اے اللہ اس اختلافات میں حق بات کی طرف ہماری راہ نمائی فرما۔ بے شک جسکو تو چاہتا ہے اسکو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔
اے اللہ! رسول امین ﷺ کی آل اور صحابہ کرام پر رحمتیں نازل فرما۔ اور قیامت تک آپ ﷺ کے تمام نیک تابعداروں پر بھی رحمتیں نازل فرما!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

ترجمہ از: خلیق الرحمن قدر

استاذ جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سفید مسجد سولہ بازار کراچی

1.9.2003

(فتویٰ فی حکم دعاء الجن و اشیا طین)

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ

جنوں اور شیطانوں کو پکارنے کے بارے میں اہم فتویٰ

سوال: یہ کیا گیا ہے کہ کیا جنوں اور شیطانوں کو ارادۂ یا نادانستہ پکارنا جائز ہے؟ اسکے بارے میں حکم کیا ہے؟ اور عقیدے کے امور میں جہالت کو بطور عذر قبول کیا جائے گا یا نہیں۔

جواب: ان سوالوں کا مختصر جواب یہ عرض ہے کہ کسی بھی مسلمان کے لئے غیر اللہ کو ایسے کام کے لئے پکارنا جائز نہیں جس کام کے کرنے پر وہ قادر نہیں ہیں۔ اگرچہ پکارنے والے کی نیت کسی ارادے کے تحت پکارے یا کسی مقصد کے بغیر پکارے۔ اور غیر اللہ میں جن اور شیاطین بھی آجاتے ہیں۔ اب رہا سوال جہالت کا تو اس بارے میں ((اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء)) کے تحت علماء کی ایک کمیٹی کا فتویٰ موجود ہے (جسکو ہم درج ذیل سطور میں درج کر رہے ہیں) وہ فتویٰ اس مسئلے میں کفایت کرنے والا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: لا دارات البحوث العلمیة والافتاء والدعوة والا رشاد

رئیس العام شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ

عبد اللہ بن قعود	عبد اللہ بن	عریان	عبدالرزاق عقیفی	شیخ عبدالعزیز بن	باز
رکن	رکن	نائب رئیس	رحمۃ اللہ علیہ	رئیس	

علماء کمیٹی برائے اسلامی و علمی تحقیقات

رسالہ الجواب المفید فی حکم
جاهل التوحید

توحید سے جاہل

شخص کے بارے میں شرعی حکم

تالیف

للشیخ ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن عبد الحمید المصری

مقدمہ

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ

ترجم

خلیق الرحمن قدر

استاذ جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی

نظر ثانی

محمود الحسن الجمیری

استاذ جامعہ الدراسات الاسلامیہ کراچی

محمدی ویلیفٹر ٹرسٹ (پاک کالونی کراچی)

فتویٰ فی عدم العذر بالجهل جہالت قابل عذر نہ ہونے کا فتویٰ

سوال: کیا کوئی بھی شخص جو کفر یہ یا شرکیہ عمل کرتا ہے اس کے بارے میں یہ تو معلوم ہے کہ وہ ایسا فعل جہالت کی وجہ سے کر رہا ہے سوال یہ ہے کہ کیا جہالت کا عذر قبول کیا جائے گا یا نہیں دونوں طرح کے دلائل پیش کیجئے۔

جواب: کسی بھی پابند شریعت اسلام سے غیر اللہ کی عبادت یا غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز یا ذبیحہ کرنے پر کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا اسی طرح دیگر ایسی عبادات جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں اگر وہ غیر

اللہ کے لئے کی جائیں تو ان پر کوئی عذر پیش نہیں کیا جاسکتا صرف وہ شخص جو غیر اسلامی ممالک کا باشندہ ہو اور اس تک اسلام کی صحیح دعوت نہ پہنچی ہو وہ ہی عدم تبلیغ کا عذر پیش کر سکتا ہے صرف جہالت کا عذر پیش نہیں کر سکتا۔

کیونکہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس امت کے کسی بھی یہودی یا عیسائی تک میرا ذکر پہنچے اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمی ہے۔
 دیکھئے نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے عذر کو بھی قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جس تک ذکر رسول ﷺ پہنچا ہو۔ لہذا جو شخص مسلمان ممالک میں رہتا ہو تو ایمان کے اصول۔ توحید وغیرہ۔
 میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔ بعض صحابہؓ نے جو نبی اکرم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس کے لئے ایک ذات انوائ نامی درخت مقرر فرما دیجئے، جہاں پر وہ اپنا اسلحہ وغیرہ لٹکایا کریں تو اس واقع کے ضمن میں پہلی بات تو یہ عرض کی جاتی ہے کہ انہوں نے صرف مطالبہ کیا تھا نہ کہ بنفس نفیس ایسا فعل ان سے صادر بھی ہوا ہو۔ دوسری عرض یہ ہے کہ وہ صحابہؓ کفر کو چھوڑ کر نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔
 تو انہوں نے ایسا مطالبہ کیا لیکن جب انہیں خبر ہو گئی کہ یہ فعل شریعت کے منافی ہے تو انہوں نے اس فعل کا مطالبہ بھی چھوڑ دیا، رسول اللہ ﷺ نے جو جواباً ارشاد فرمایا وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ لوگ اپنے مطالبے ایسا عمل کرتے تو وہ بھی کفر کرتے۔ وصل اللہ علی نبینا محمد والہ وصحبہ وسلم

(فتویٰ رقم 9257 تاریخ 1305/12/22) شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ